تاریخ اسلام نمبر ۲۲۱

تاریخ القرآن

از

مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری

مکتبہ جامعہ
بار سوم
دہلی - نئی دہلی - لاہور - لکھنؤ - بمبئی ۳
قیمت عمر

Presented by www.ziaraat.com

سنہ ۱۹۴۱ء
مطبوعہ دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی۔

Presented by www.ziaraat.com

فہرست مضامین

کتاب

تاریخ القرآن

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	۷	حقیقت حدیث	۲۲
تمہید	۹	قرآن و حدیث میں فرق	۲۲
عربی خط	۹	اصل دین قرآن ہے	۲۴
نبی امی	۱۱	نزول قرآن	۲۵
القرآن	۱۵	مسئلہ خلق قرآن	۲۵
وحی	۱۵	معنی تنزیل	۲۶
الہام	۱۸	ابتدائے نزول	۲۷
روح القدس	۱۸	تاریخ نزول	۲۹
قرآن و حدیث	۲۰	تفریق نزول	۳۰
اہتمام تنزیل	۲۱	سب سے آخری آیت	۳۰

Presented by www.ziaraat.com

مضمون	صفحہ
کفار اور مستہزئین	۳۲
اسباب نزول	۴۰
موافقات صحابہؓ	۴۰
مکی اور مدنی آیات	۴۳
مکی اور مدنی آیات میں فرق	۴۳
تکرار نزول	۴۴
اجزاء قرآن	۴۶
رموز اوقاف	۴۶
تعداد سور و آیات	۴۷
ترتیب قرآن	۴۸
ترتیب آیات	۴۸
ترتیب سور	۴۹
ربط آیات	۵۲
قرآن مربوط ہے	۵۳
ربط قرآن پر تصانیف	۵۵
حفاظت قرآن	۵۷
حفظ قرآن	۵۷
اہتمام حفظ	۵۹
حفاظ صحابہؓ	۶۰
کتابت قرآن	۶۱
کاتبانِ وحی	۶۲
قرآن کتاب ہے	۶۳
جمع قرآن	۶۵
کیفیت جمع	۶۶
مصحف عثمانؓ	۷۰
حضرت عثمانؓ کا کام	۷۱
اختلاف کی ایک مثال	۷۲
جمع ابوبکرؓ و عثمانؓ میں فرق	۷۳
مصحف عثمانؓ پر اجماع	۷۳
الزام تحریق	۷۴
عثمانی مصاحف موجود ہیں	۷۴
مصحف علیؓ	۷۵

Presented by www.ziaraat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
رسم الخط	۷۶	بحث نسخ	۱۱۵
شیعہ اور قرآن	۷۷	معنی نسخ	۱۱۵
اختلاف قرأت	۸۴	قرآن میں نسخ نہیں ہے	۱۱۶
وجوہ اختلاف	۸۵	منسوخ التلاوت	۱۱۷
تدوین فن قرأت	۸۸	منسوخ الحکم	۱۱۸
تجوید قرأت	۹۱	اصول نسخ	۱۲۳
اعجاز قرآن	۹۳	دیگر کتب آسمانی	۱۲۴
دلائل اعجاز	۹۴	بائبل	۱۲۴
تحدی	۹۴	بائبل بے سند ہے	۱۲۴
اخبار بالغیب	۹۶	وجوہ تحریف	۱۲۵
فصاحت وبلاغت	۱۰۳	اناجیل	۱۲۸
جاذبۂ اثر	۱۰۶	وید	۱۲۹
عدم اختلاف معنوی	۱۰۸	تفاسیر قرآن	۱۳۲
سہولت حفظ	۱۰۹	تراجم قرآن	۱۳۶
احتوار علوم	۱۰۹	اجازت ترجمہ	۱۳۶
حروف مقطعات	۱۱۲	یورپ میں ترجمے	۱۳۷

Presented by www.ziaraat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تراجم کی فہرست	۱۳۸	معانی وبیان	۱۴۴
مترجمین کا تعصب	۱۳۹	فقہ واصول فقہ	۱۴۵
ایک ترجمہ کی ضرورت	۱۴۰	کلام وعقائد	۱۴۵
قرآن کا پایۂ علمی	۱۴۱	مقبولیت واشاعت قرآن	۱۴۶
کتابت	۱۴۲	حفظ وتلاوت	۱۴۶
علم تفسیر	۱۴۳	شوق کتابت	۱۴۸
سیر ومغازی	۱۴۳	نشر واشاعت	۱۴۹
حدیث واسمار الرجال	۱۴۳	مدنیت اور قرآن	۱۵۱
ادب ولغت	۱۴۴	فریضۂ ملیہ	۱۵۳
صرف ونحو	۱۱۴	نظم خاتمہ	۱۵۸

Presented by www.ziaraat.com

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ لِلْھُدٰی اٰیَۃً اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَکَفٰی۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے یہ کتاب تاریخ القرآن ۱۳۲۵ھ میں لکھی تھی جب کہ میری عمر بھی کم تھی اور میرا علم بھی اب سے زیادہ محدود تھا۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کا جو اعزاز و احترام ہے اس کی وجہ سے انھوں نے اس کی قدر کی اور یہ بعض بعض اسلامی کالجوں اور اسکولوں کی دینیات کے نصاب میں بھی داخل کر دی گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

تقریباً سات برس کا زمانہ ہوا کہ اس کے نسخے ختم ہو گئے۔ چونکہ بعض وجوہ سے یہ کتاب میری نظر سے گر گئی تھی اس لئے باوجود اس کے کہ اس کی مانگ بہت زیادہ تھی میں نے اس کو دوبارہ چھپوانا پسند نہ کیا اور بعض بعض اہلِ مطابع نے جو اس کے چھاپنے کی درخواست کی اُن کو بھی اجازت نہ دی لیکن احباب کے اصرار اور قوم کے پیہم تقاضے سے آخر مجبور ہونا پڑا۔ لہٰذا از سرِ نو اس کی ترمیم و اصلاح کی۔

پہلے نسخہ میں بہت سی غیر ضروری باتیں تھیں اُن کو خارج کیا۔ اور اُن کے بجائے مفید اور ضروری مضامین بڑھائے اور خود قرآن ہی سے اس میں زیادہ مدد لی۔

جس قدر آیتیں نقل کی ہیں آسانی کے لئے ہر ایک کا نشان دے دیا ہے۔ اوپر سورہ کا اور نیچے آیت کا عدد لکھ دیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اب یہ کتاب انشاء اللہ زیادہ سودمند ثابت ہوگی۔

وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِينُ۔

محمد اسلم جیراجپوری
ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

استاد تاریخ و علوم اسلامیہ
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

تمہید

اللہ تعالیٰ نے نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ملک اور جس قوم میں پیدا کیا اس میں صرف چند شخص تھے جنھوں نے اپنے تجارتی کاروبار کی ضرورت سے لکھنا سیکھ لیا تھا۔ ورنہ بالعموم وہ "امیین" یعنی ناخواندہ لوگ تھے چنانچہ اسی لفظ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو مخاطب فرمایا۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ ۶۲/۲ — وہی (اللہ) ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

عربی خط:- عربی خط کے موجد اہل یمن ہیں جن کے یہاں حمیری

سلطنت قائم تھی۔ حیرہ میں جب آل منذر کی حکومت قائم ہوئی تو یہاں کے لوگوں نے بھی اہل یمن سے کتابت سیکھی۔ یمنی خط کو خط مسند کہتے تھے۔ وہی حیرہ میں خط حیری کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت عمرؓ نے حیرہ کے متصل عراق کے صدر مقام کوفہ کو جب آباد کیا تو خط حیری نے خط کوفی کا لقب پایا۔

حجاز میں سب سے پہلے حرب بن اُمیہ نے اپنے ایک رشتہ دار سے جو بادشاہ حیرہ کے دربار میں رہتا تھا کتابت اخذ کی۔ اُن کے بعد چند دیگر اشخاص نے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب بھی تھے اس کو سیکھ لیا۔

لیکن یہ لوگ صرف اس قدر لکھنا پڑھنا جانتے تھے کہ اپنی تجارت کے کاروبار کا ضروری حساب و کتاب لکھ سکیں۔ نہ کوئی باقاعدہ اس کی تعلیم تھی نہ شوق تھا۔

شاعروں کے قصیدے۔ کاہنوں کے قصے اور اہم واقعات زبانی یاد رکھے جاتے تھے بخصوصیت کے ساتھ اگر کوئی قصیدہ ملک میں لاجواب تسلیم کر لیا جاتا تھا تو اُس کو لکھ کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دیتے تھے۔ لیکن اس سے صرف اس کا اعزاز مد نظر ہوتا تھا نہ کہ اس کی اشاعت۔

اہل کتاب یعنی یہود و نصارا میں سے بعض بعض حبر یا راہب خاص خاص حصے آسمانی کتابوں کے مذہبی غرض سے اپنے پاس رکھتے تھے۔ لیکن یہ کتابیں اس وقت تک عبرانی زبان میں تھیں۔ ان کے کسی جزو کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ترجمہ کا خیال پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ سامان کتابت کی

Presented by www.ziaraat.com

دشواری کی وجہ سے اگر وہ اصل کتاب ہی کا کوئی جزو لکھ لیتے تھے تو غنیمت سمجھتے تھے۔ ترجمہ کرنا تو ایک نہایت مشکل کام تھا۔

الغرض نزول قرآن تک عربی زبان میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی نہ حجاز میں کوئی مکتب یا مدرسہ تھا جس میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم دی جاتی ہو۔ اور نہ کوئی تعلیم یافتہ شخص تھا۔

نبیٔ امّی

آنحضرتؐ بھی امّی اور علم ظاہر سے ناآشنا تھے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اور نہ نبوت سے پہلے کوئی مذہبی یا آسمانی کتاب آپ نے پڑھی یا سنی تھی بلکہ کبھی کسی عیسائی یا یہودی عالم کی صحبت میں بھی بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

یہ جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ سفرِ شام میں کسی منزل پر ایک راہب جس کا نام بحیرا تھا آنحضرتؐ کے سامنے آیا تھا۔ اور حلیۂ مبارک دیکھ کر آپ کی نبوت کی خبر دی تھی اوّلاً تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض صحیح مان بھی لی جائے تو یہ ایک رواروی کا واقعہ تھا جو کمسنی میں سفر میں پیش آیا۔ اس سے بعض متعصب عیسائیوں کا یہ کہنا کہ بحیرا نے آپ کو آسمانی کتب کی تعلیم دیدی تھی نہایت نامعقول افترا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ جن کتابوں کو عیسائی خود سالہا سال میں ختم کرتے ہیں ان کی تعلیم دو ہی چار لمحوں میں ہو جائے۔ تعلیم کی دشواریوں سے اور اس میں جو زمانہ لگتا ہے اس سے تو ہر شخص واقف ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آنحضرتؐ کا اُمّی ہونا اور کسی آسمانی کتاب کی تعلیم نہ پانا ایک ایسی یقینی بات ہے کہ جس کو نہ صرف مسلمان بلکہ مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں۔ گبن کارلائل ڈیون پورٹ۔ اور باسورا سمتھ سب نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ پیغمبر عرب اُمّی تھے۔ راڈویل جس نے قرآن کا بہ ترتیب نزولی ترجمہ کیا ہے لکھتا ہے۔

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دستیاب ہوئی ہوں۔

پھر آگے چل کر کہتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم کو کوئی پتا اس بات کا نہیں لگتا کہ کوئی ترجمہ عہد عتیق یا جدید کا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ سے پہلے ہوا ہو۔

ریورنڈ جان فنڈر جو بڑا متعصب پادری ہے اس نے بھی لکھا ہے۔

پیغمبر عرب توریت و انجیل نہیں پڑھے تھے۔

خود قرآن کی حالت پر اگر غور کیا جائے تو بہت آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ وہ کسی انسانی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ وحی الٰہی ہے۔ کیونکہ وہ حسب موقع اور حسب ضرورت تیئس سال تک ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوتا رہا۔ جس وقت کوئی واقعہ یا سوال پیش آجاتا تھا اُس وقت اُس کے متعلق آیتیں اُترتی تھیں ایسی حالت میں یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ ان تمام پیش آنے والے واقعات اور سوالوں کے جوابات پہلے سے کسی نے پیغمبر

کو سکھلا دئے تھے۔ نبی ہونے سے پیشتر آنحضرت کو اس بات کا وہم بھی نہ تھا کہ ان کو نبوت یا کتاب عطا فرمائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۲۰ ۸۶ تجھکو پہلے سے یہ امید نہیں تھی کہ تیرے اوپر کتاب نازل کی جائے گی۔ مگر تیرے رب نے اپنی رحمت سے قرآن نازل کیا۔

علاوہ بریں قرآن نے موسوی اور عیسوی بلکہ تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور اس کی تعلیمات کتب مقدسہ اور دیگر مذاہب کی کتابوں سے بدرجہا پاکیزہ، مکمل اور انسانی ضروریات کو پورا کرنے والی ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ اس کے مقابلہ میں نہ صرف انسانی تعلیمات بے حقیقت ہو گئیں بلکہ خود آسمانی کتب پر بھی اس نے خط نسخ پھیر دیا اس کو کسی انسانی تعلیم کا نتیجہ کہنا بالکل عقل کے خلاف ہے۔ یقیناً قرآن وحی الٰہی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور اُمّی تھے۔

گو پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سر نبوت کی تفصیلی شرح اور علوم باطنی کے سب سے بڑے راز داں تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم کے سوا کسی غیر کی تعلیم کا منت کش بنانا گوارا نہ فرمایا۔ چنانچہ گزشتہ آسمانی کتب میں بھی اُمّی کے لقب کے ساتھ آپ کی بشارتیں دی ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ — جو اس رسول نبی امّی کی پیروی کریں گے جس کو
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا — وہ اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ پ ۹ — ہیں (میں ان کے حق میں اپنی رحمت لکھ دوں گا)

یہ بھی قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ مدینۃ العلم کا طغرائے لقب امّی ہو۔

شعر

نگارِ ما کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت
بہ غمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس شد

Presented by www.ziaraat.com

القرآن

اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ہدایت اور اصلاح کے لئے ہمیشہ انھیں میں سے اپنے خاص خاص برگزیدہ بندوں کو منتخب فرمایا۔ اور اُن کو غیب سے بذریعہ وحی کے تعلیم دی۔ یہی بندگانِ خاص نبی یا رسول کہے جاتے ہیں۔
ان میں سے کسی کسی پر آسمانی کتابیں بھی نازل ہوئیں۔ مثلاً توریت۔ زبور۔ اور انجیل وغیرہ سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن ہے جو نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوی۔

وحی

لغت میں مخفی طور پر سرعت کے ساتھ کسی امر کے بتلا دینے کو وحی کہتے ہیں۔ سرعت کا مفہوم یہ ہے کہ جو بات ذہن میں آئے وہ ترتیب مقدمات کا نتیجہ نہ ہو۔ بلکہ ایک دم غیب سے اس کا علم ہو گیا ہو۔

اصطلاح شرع میں وحی اُن علوم الٰہیہ کا نام ہے جو مَلَاءِ اعلیٰ سے نبی کے دل پر القا کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کو غیب کی جس طریق پر تعلیم دیتا ہے اس کی حقیقت بیان کرنے سے تمام علمی عبارتیں قاصر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ شریعت میں جن الفاظ اور عبارات میں اس کا بیان ہے انھیں سے اقتباس کر کے اس کا ایک تصور ذہن میں قائم کیا جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس تعلیم غیبی کے چار طریقے بتائے گئے ہیں۔

(۱) رویائے صادقہ یعنی نیند میں سچے خواب نظر آتے ہیں۔ اس قسم کے خوابوں کا ذکر قدیم آسمانی کتابوں نیز قرآن میں بھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب ہی میں دیکھا تھا کہ وہ اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ انبیاء کے خواب برحق ہوتے ہیں۔ ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں۔ دل بیدار رہتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت سے چھ مہینے پہلے سے سچے خواب نظر آتے تھے۔ رات کو نیند میں جو کچھ دیکھتے تھے صبح کو اس کا ظہور روز روشن کی طرح ہو جاتا تھا۔

لیکن رویائے صادقہ صرف نبی کی ہدایت کے لئے ہے۔ اس کے ذریعہ سے اصول شریعت کی تلقین نہیں ہوتی۔ جس طرح طلوع آفتاب سے پہلے صبح صادق نمایاں ہوتی ہے۔ اسی طرح نور نبوت کے ظہور سے پیشتر سچے خواب نظر آنے لگتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اس تناسب کی لطافت دیکھئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ مہینہ تک رویائے صادقہ نظر آتے رہے۔ اور ۲۳ سال تک آپ کی نبوت کا زمانہ رہا۔

(۲) اللہ تعالیٰ بلا کسی توسط کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے۔ اس کو وحی یا القاء کہتے ہیں۔

(۳) نبی کو اللہ کا کلام سنائی دیتا ہے۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ نے طور

Presented by www.ziaraat.com

پر نداسنی تھی۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ نبی کو اس کے ارادوں اور حکموں سے مطلع کرتا ہے۔

قرآن میں اس فرشتہ کو روح الامین۔ روح القدس اور جبریل کہا گیا ہے۔ آخری تینوں قسموں کا بیان اس آیت میں ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۴۲ | ۵۱

اللہ کسی شخص سے کلام نہیں کرتا مگر بذریعہ وحی کے۔ یا پردے کے پیچھے سے یا اپنا قاصد فرشتہ بھیجتا ہے وہ اللہ کے حکم سے اس کے حسب منشا وحی کر دیتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جس وقت وحی آتی ہے آپ کے اوپر کیا کیفیت گزرتی ہے۔ فرمایا کہ پہلے جرس کی سی ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ اس کو سنتے ہی میں ہمہ تن متوجہ اور خاموش ہو کر بیٹھ جاتا ہوں۔ پھر وحی کو سنتا ہوں اور یاد کر لیتا ہوں۔ اس حالت میں بعض دفعہ مجھ پر ایسی شدت کی تکلیف گذرتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ میری روح قبض کی جا رہی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ اور سر جھکا لیتے تھے۔ جاڑے کے دنوں میں بھی پسینہ آ جاتا تھا۔ اور اس کے قطرے پیشانی پر سے موتی کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

الہام

تعلیم غیبی کا ایک طریقہ الہام بھی ہے۔ لیکن یہ ظاہراً سفل سے ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے تشریعی اصول کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ تکوینی امور بتائے جاتے ہیں۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۹۱/۸ اور اس کی بدی اور نیکی اس کے دل میں ڈال دی۔

قرآن میں بعض جگہ اس قسم کے الہام کو بھی وحی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۲۸/۷ ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلا۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ وحی تشریعی نہیں ہے۔ اس کو صرف اس لئے وحی کہا ہے کہ اس کا القا غیب سے ہوا۔ اسی طرح الہام جبلّی کے لئے بھی قرآن میں وحی کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ۱۶/۶۸ اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی۔

روح القدس

قرآن یہ بتلاتا ہے کہ اس کا نزول تمامتر اس وحی کے ذریعہ سے ہوا جس کو فرشتہ لاکر نبی کے دل پر القا کرتا ہے۔ سورہ شعراء میں ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ ۲۶/۱۹۲-۱۹۳

اور بیشک اس قرآن کو پروردگار عالم نے نازل کیا ہے۔ اور اس کو روح الامین نے تیرے دل پر اتارا ہے۔ تاکہ تو اس سے لوگوں کو ڈرائے

دوسری آیت ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۱۹-۲۰-۲۱ / ۸۱	بے شک یہ قرآن ایک قوی اور بزرگ پیغام لانے والے کا قول ہے جو مالک عرش کے نزدیک عزت رکھتا ہے۔ سب کا مانا ہوا اور امانت دار ہے۔

سورہ نحل میں ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۱۰۲ / ۱۶	کہدے کہ روح القدس نے قرآن کو تیرے رب کی طرف سے ٹھیک اتارا ہے

سورہ بقرہ میں ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۹۷ / ۲	کہدے کہ جو جبریل کا دشمن ہے (وہ کافر ہے) اس نے اللہ کے حکم سے قرآن کو تیرے دل پر اتارا ہے

ان تمام آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کو اللہ کے حکم کے مطابق جبریل امین نے لاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن وحدیث

ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کے لئے دین الٰہی صرف اسلام ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۳/۱۹

حقیقت یہ ہے کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جان لینے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف ڈال رکھا ہے۔

اسی دین اسلام کو ایک جگہ ملت ابراہیمی بھی فرمایا ہے۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا ۲۲/۷۸

تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اللہ نے پہلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس میں بھی

دوسری جگہ ارشاد کیا ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ ع ۳/۸۵

جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

الغرض یہی دین اسلام ہے جس کی تعلیم کے لئے انبیاء سابقین بھیجے گئے۔ اور اسی کی تکمیل قرآن اتار کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دی گئی۔ اور اس کا اعلان بھی نزول قرآن کے خاتمہ پر کیا گیا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل

Presented by www.ziaraat.com

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ؕ (ﷺ) کر دیا۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا۔ اور دین اسلام کو میں نے تمہارے لئے پسند کیا

اہتمام تنزیل

چونکہ قرآن دین الٰہی یعنی اسلام کا آخری اور مکمل مجموعہ ہے اس لئے اس کی تنزیل میں اللہ تعالیٰ نے خاص اہتمام فرمایا۔ اس کو اس رسول پر اتارا جو تمام رسولوں سے افضل تھا اور جو اپنی قوم میں رسالت کے قبل سے امین کے لقب سے ممتاز تھا۔ اور اتارنے کے لئے اس فرشتہ کو منتخب فرمایا جو ملائکہ میں امین تھا پھر اس کے نزول کے زمانہ میں شہاب ثاقب سے جنات اور شیاطین کے راستوں کو روک دیا کہ وہ اس میں کوئی آمیزش نہ کر سکیں۔ اور اتارنے کے بعد اس کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ؕ ہمیں نے قرآن کو اتارا ہے اور ہمیں اس کے محافظ ہیں گے

اسی مبارک کتاب کو اسلام کا نصاب مقرر فرمایا اور حکم دیا۔

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ ؕ اور یہ کتاب جس کو ہم نے اتارا ہے مبارک ہے تم اس کی پیروی کرو

اس کتاب کی عظمت اور برکت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس رات میں اس کا آغاز نزول ہوا یعنی شب قدر اس کو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل کر دیا۔ اور جس مہینہ میں اس کو اتارا اس کو روزہ کا مبارک مہینہ قرار دیا۔ اور اس میں اعمال کے درجات و فضائل میں بے حد اضافہ فرما کر اس کی

Presented by www.ziaraat.com

رحمت اور مغفرت کا مہینہ بنا دیا۔

الغرض یہ کتاب نہایت عظیم الشان آسمانی رحمت ہے جس کا اندازہ اس وقت تک انسان نہیں کرسکتا جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی عظمت کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ۵۹/۲۱	اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو دیکھتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے لرزاٹھتا اور پھٹ جاتا۔

حقیقت حدیث

لیکن کتاب کے لئے معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے جس طرح قرآن کی تبلیغ کا فرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔ اسی طرح اس کی تعلیم بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک لوگوں کو سنایا۔ لکھا دیا۔ یاد کرا دیا۔ اچھی طرح سمجھا دیا۔ اور خود اس کے جملہ احکام پر عمل کرکے دکھلا دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن کی عملی اور قولی تفسیر تھی۔ آپ کے انھیں اقوال یا اعمال کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔ یہ حدیث کا سرمایہ امت میں بسلسلۂ روایت منقول ہوتا چلا آیا۔ اور ہجرت نبوی کے تقریباً ایک صدی کے بعد کتابوں میں مدوّن ہونا شروع ہوا۔

قرآن و حدیث میں فرق

اب قرآن اور حدیث میں جو فرق ہے وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے

(۱) قرآن کلام الٰہی ہے۔ اور حدیث رسول اللہ کے قول یا عمل کے بیان کو کہتے ہیں۔

(۲) قرآن کا سرچشمہ لوح محفوظ ہے۔ اور حدیثیں جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا قول ہے پیغمبر نے خود قرآن سے مستنبط فرمائی ہیں۔

(۳) قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حفاظت کے ساتھ لکھوایا اور لوگوں کو یاد کرایا۔ اور حدیثوں کو نہ لکھوایا نہ یاد کرایا۔ بلکہ عام حکم آپ کا یہ تھا لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ (مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو۔

(۴) قرآن بعینہ انھیں الفاظ میں ہے جن میں وہ عرش سے نازل ہوا اور جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو سنایا۔ اور حدیث کا زیادہ تر حصہ بالمعنی روایت کیا گیا ہے۔ یعنی راویوں نے اپنے الفاظ میں مضمون کو ادا کیا ہے۔

(۵) قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اور حدیث کی حفاظت راویانِ حدیث کے ذمہ ہے۔

(۶) قرآن کے لفظ لفظ کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک قطعی اور یقینی ہے لیکن حدیثیں بجز اُن روایتوں کے جو متواتر تسلیم کی گئی ہیں باتفاق محدثین ظنی سے آگے نہیں بڑھتیں۔

(۷) قرآن میں ایک حرف بلکہ ایک نقطہ بھی نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے بخلاف اس کے ہزاروں جھوٹی اور غلط روایتیں لوگوں نے گھڑ کر حدیثوں میں شامل کر دیں۔ جن کی وجہ سے آئمہ حدیث کو علم الاسناد اور فن

Presented by www.ziaraat.com

رجال مدون کرنا پڑا۔ اور بڑی دقت پیش آئی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں میں دونوں میں فرق ہے۔ مثلاً قرآن کی تلاوت کا حکم ہے اور حدیث کی تلاوت کا کوئی حکم نہیں ہے۔ قرآن نماز میں پڑھا جاتا ہے لیکن اس کے بجائے حدیث پڑھنے سے نماز نہیں ہو تی قرآن معجزہ ہے اور حدیث معجزہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کے ان تمام امتیازات کو دیکھنے اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ وہ دین اسلام اور تعلیم الٰہی کا ایک مکمل اور بے شائبہ مجموعہ ہے امت کے ان فرقوں پر تعجب آتا ہے جو حدیث کے مرتبہ کو قرآن کے برابر رکھتے ہیں خاص کر ان لوگوں پر اور حیرت ہوتی ہے جو تعارض کی صورت میں کبھی کبھی حدیثوں کو قرآن کا ناسخ قرار دیتے ہیں۔

اصل دین قرآن ہے

حقیقت یہ ہے کہ اصل دین اسلام صرف قرآن ہے۔ وہ معین الفاظ میں حفاظت کے ساتھ اللہ کے پاس سے اترا ہے۔ اس میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مطلق تصرف کا اختیار نہ تھا۔ لیکن اس کو سکھانے اور سمجھانے اور اس کے احکام کو نافذ اور رائج کرنے میں ہدایات اور احکام کی ضرورت تھی جو حسب موقع اور حسب ضرورت پیغمبر دیتے رہے۔ ان ہدایات اور احکام سے جو کام لیا جا سکتا ہے وہ صرف قرآن کی تشریح اور تفسیر ہے نہ کہ تنسیخ اور ترمیم۔

Presented by www.ziaraat.com

نزولِ قرآن

قرآن کی حقیقت میں بعض باریک بین لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے قرآن کلام نفسی ہے یعنی صرف معانی کا نام ہے الفاظ اس میں داخل نہیں ہیں۔ دوسرا گروہ الفاظ اور معانی کے مجموعہ کو قرآن کہتا ہے۔

مسئلہ خلق قرآن

اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ خلافت عباسیہ میں جب مسلمانوں میں فلسفہ پھیلا تو یہ ناگوار بحث قرآن کے متعلق چھڑ گئی کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ معتزلہ کا قول تھا کہ مخلوق ہے۔ اور اہل سنت اس کو قدیم اور غیر مخلوق کہتے تھے۔ مگر چونکہ اس کے الفاظ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ ہماری زبان سے نکلتے ہیں اس لئے حادث ہیں لہذا بعض لوگوں نے یہ تاویل کی کہ قرآن صرف معانی کا نام ہے۔ الفاظ اس میں داخل نہیں ہیں۔

مامون عباسی کے زمانہ میں یہ چرچا زیادہ پھیلا اور بہت سے ائمہ اہل سنت جو قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے قید کئے گئے اور کوڑوں سے پٹوائے گئے خاص کر امام احمد بن حنبلؒ۔ اس سخت گیری کی وجہ سے تعصب اور بڑھ گیا۔ اور بعض حنبلیوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن معہ کاغذ اور دفتیوں کے غیر مخلوق ہے اور بہت سی حدیثیں اس قسم کی روایت کیں جن سے یہ ثابت ہو کہ قرآن معہ الفاظ کے لوح محفوظ میں تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

طبرانی نے اس قسم کی ایک عجیب و غریب روایت لکھی ہے کہ جو قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس کا ہر حرف شکل کوہ قاف کے ہے۔ اور اس کے ذیل میں اس قدر لاانتہا معانی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی نہیں جانتا۔

معنی تنزیل

اسی اختلاف کی وجہ سے تنزیل کے معنی میں بھی اختلاف پڑ گیا۔ جو لوگ صرف معانی کو قرآن کہتے ہیں ان کے نزدیک تنزیل ایسے حروف اور کلمات کے اظہار کا نام ہے جو ان معانی پر دلالت کریں۔ اور جو لوگ الفاظ اور معانی دونوں کو قرآن میں شامل سمجھتے ہیں ان کے نزدیک تنزیل کے یہ معنی ہیں کہ وہ الفاظ لوح محفوظ سے نقل ہو کر نبی کی زبان سے سنائے جائیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اس پیچیدہ بحث کا اس طرح فیصلہ کرتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ گلستاں شیخ سعدی کی کتاب ہے۔ پانچ سو سال اس کو تصنیف کئے ہوئے ہو گئے وہ صفحوں میں لکھی ہوئی ہے۔ زبانوں سے پڑھی جاتی ہے۔ ذہنوں میں اس کے معانی محفوظ ہیں تو یہ سب درست ہے۔ کیونکہ ان تمام باتوں کا حقیقی مصداق موجود ہے۔ شیخ سعدی اس کے مصنف ہیں اس لحاظ سے کہ اس کے الفاظ اور معانی کی ترتیب انھیں کی قوت عقل سے حاصل ہوئی ہے۔ صفحوں میں خط کی صورت میں وہی الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ آواز کی شکل

میں وہی زبانوں سے نکلتے ہیں۔ اور ذہنوں میں ان کے معانی آتے
ہیں۔ اسی طرح قرآن کے معانی اور الفاظ کی ترتیب اللہ کی طرف سے
ہے۔ مصاحف میں خط کی صورت میں وہ لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے
آواز کی شکل میں اس کے الفاظ ادا ہوتے ہیں۔ ذہنوں میں اس کے
معانی آتے ہیں۔ اس پر یہ بات بھی اضافہ کرو کہ وہ قدیم ہے کیونکہ
لوح محفوظ میں ازل سے اس کی ایک صورت موجود تھی۔

شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جمہور کا جو عقیدہ ہے کہ قرآن قدیم اور
غیر مخلوق ہے اور الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے یہ نہایت سلجھا ہوا اور
صحیح عقیدہ ہے۔ اور اس کے سمجھنے میں بھی دقت نہیں کیونکہ عرف عام
کے مطابق ہے۔

ابتدائے نزول

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے انسیت تھی۔ اور نبوت سے
پیشتر غار حرا میں جو مکہ سے چند میل پر ہے عبادت کے لئے تشریف لے جایا
کرتے تھے۔ جب سے رویائے صادقہ نظر آنے لگے اس وقت سے اور بھی
اس حال میں اضافہ ہو گیا کئی کئی راتیں وہیں گذار دیتے تھے۔ اور اپنے
ہمراہ توشہ لے جاتے تھے۔ جب وہ ختم ہو جاتا تھا تو حضرت خدیجہ کے پاس
آتے تھے اور پھر توشہ لے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک بار حسب معمول اسی
غار میں عبادت میں معروف تھے کہ فرشتہ وحی لے کر آیا اور کہا کہ پڑھ۔ آپ نے

Presented by www.ziaraat.com

جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اُس نے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر اس قدر زور سے دبایا کہ آپ بے حال ہوگئے۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ بڑھو۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اُس نے کہا کہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ

اس غیر متوقع اور عجیب وغریب حالت پیش آنے کی وجہ سے آپ خوف زدہ ہوگئے وہاں سے لرزتے ہوئے گھر آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے چادر اُڑھا دو۔

جب خوف جاتا رہا۔ اور طبیعت کو سکون ہوا تو خدیجہؓ سے اس کیفیت کا اظہار کیا۔ انھوں نے آپ کو تسلی دلائی اور کہا کہ آپ نیکی کرتے ہیں۔ صدقہ دیتے ہیں مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد وہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو عیسائی ہو گئے تھے اور آسمانی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ ان سے یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ یہ فرشتہ جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھا ہے ناموس اکبر ہے۔ یہی حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ یقیناً اس قوم کے نبی ہوں گے۔ ان سے کہدو کہ ثابت قدم رہیں۔ اُن کی قوم اُن کو جھٹلائیگی اذیت دیگی اور یہاں سے نکالے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو

ضرور ان کی مدد کروں گا۔

تاریخ نزول

آغاز نزول قرآن شب قدر میں ہوا۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۹۷/۱ ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں۔

اور جس مہینہ میں اس کا نزول ہوا وہ رمضان ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ رمضان کا مہینہ جس میں کہ قرآن اتارا گیا ہے۔ ۲/۱۸۱

یعنی آغاز نزول ہوا۔ کیونکہ اس کے بعد پھر نزول قرآن کے لئے کسی مہینہ اور دن کی تخصیص نہ تھی۔

شب قدر جمہور اہل اسلام کے نزدیک رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں کوئی طاق رات ہوتی ہے۔ بعض مورخین آغاز نزول قرآن کی تاریخ ۲۵ر رمضان قرار دیتے ہیں۔ اس تاریخ کو قمری حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال چھ ماہ اور سولہ روز کی ہوگی۔ اور شمسی حساب سے ۳۹ برس تین مہینے سولہ دن کی۔ یہ تاریخ مطابق ہوگی ۶ راگست سنہ ۶۱۰ء کے۔

اس کے بعد کچھ زمانہ تک وحی نہیں نازل ہوئی۔ پھر سورہ المدثر اتری اس وقت سے ٹکڑے ٹکڑے حسب موقع اور حسب ضرورت تئیس سال تک یعنی جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہے قرآن نازل ہوتا رہا۔ اس کے نزول کی کوئی جگہ یا کوئی ساعت یا کوئی مقدار معین نہ تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

تفریق نزول

قرآن کے ایک ہی بار نہ نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب غریب حکمت مخفی تھی۔ وہ یہ کہ جب ایک چیز تھوڑی تھوڑی بتدریج ملتی ہے تو طبیعتیں آسانی سے قبول کرتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ قرآن ایک ایک دو دو آیت کر کے اترتا گیا اور لوگ اس کو تسلیم کرتے گئے۔ اگر ایک ہی بار اس کا نزول ہو جاتا تو ممکن تھا کہ بعض لوگ اس سے گھبرا جاتے۔ کیونکہ اس میں بہت سے فرائض اوامر اور نواہی ہیں جو یکبارگی ملنے کی صورت میں دلوں پر بار ہو جاتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے قرآن کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں زیادہ تر جنت اور دوزخ کا ذکر تھا جب لوگ مسلمان ہونے لگے تو پھر رفتہ رفتہ حلال اور حرام کے احکام اترنے لگے۔ اگر ایک ہی دفعہ سارے احکام نازل ہو جاتے تو ممکن تھا کہ لوگ ان کی تعمیل سے انکار کر دیتے۔

حسب موقع اور حسب ضرورت بتدریج قرآنی آیات کا اترنا انسانی تعلیم کے لحاظ سے فطرت کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ قرآن کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۱۷/۱۰۷	اور قرآن کو ہم نے رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا نازل کیا کہ تو مہلت کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔

سب سے آخری آیت

نزول کے لحاظ سے قرآن کی سب سے آخری سورت برائت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے آخر کی دونوں آیتیں عرش کا آخری پیغام ہیں جن کے اترنے کے ۹ دن کے بعد نبوت کا دنیا سے خاتمہ ہوگیا۔

Presented by www.ziaraat.com

کفار اور مستہزئین

جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو اس کی آیتیں سن کر اہل عرب مبہوت اور حیرت زدہ ہو گئے۔ ان میں سے جو سعادت مند تھے، ایمان لائے لیکن عام طور پر وہ حمیت جاہلیت کی وجہ سے دشمنی اور مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ اور بعض بعض ان میں سے شیطانی نخوت میں آکر ہنسی اڑانے لگے۔

قرآن کے مقابلہ میں یہ لوگ جو جو افترا باندھتے تھے یا جس جس طرح کے اعتراض کرتے تھے وہ اگرچہ نہایت لغو بیہودہ اور نامعقول ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لئے ہر ایک کا جواب قرآن میں دیتا تھا۔

بعضوں نے کہا کہ یہ شاعروں اور کاہنوں کی باتیں ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا	یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ مگر تم لوگ کم ایمان
تُؤْمِنُونَ ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا	لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم
مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ	لوگ کم سوچتے ہو۔ یہ رب العالمین کا اتارا ہوا
الْعَالَمِينَ ۚ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ	ہے اگر پیغمبر کوئی بات ہم پر افترا کرتا تو ہم اس کو
الْأَقَاوِيلِ ۚ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ	دائیں ہاتھ سے پکڑتے اور اس کی شہ رگ
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۖ (۶۹: ۴۱ سے ۴۶ تک)	کاٹ دیتے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۳۶/۶۹

ہم نے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی ہے اور نہ وہ اس کے لئے زیبا ہے۔ جو کلام وہ سناتا ہے وہ نصیحت ہے اور عام فہم قرآن ہے۔

کوئی اس کو جادو کہتا تھا اور کوئی کہتا تھا کہ نبی مجنون ہیں۔ یا ان کے اوپر جن آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۸۱ / ۲۲ سے ۲۵ تک

محمد مجنون نہیں ہے۔ بیشک اس نے جبرئیل کو آسمان کے روشن کنارے میں دیکھا ہے وہ غیب کی بات بیان کرنے میں بخل نہیں کرتا اور یہ قرآن شیطان لعین کا قول نہیں ہے

جادوگر کے بارے میں کہا۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۲۰/۶۹

جادوگر جہاں جاتا ہے فلاح نہیں پاتا

ایک عجمی غلام جو مکہ کے بازار میں بیاع تھا اور آں حضرتؐ کی خدمت میں آیا کرتا تھا بعض جہلا نے اس کی نسبت مشہور کیا کہ وہی اُن کو قرآن سکھلاتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۱۶/۱۰۳

ہم جانتے ہیں کہ اہل مکہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ وہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ فصیح عربی زبان ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

سبحان اللہ۔ تمام عرب جس کے مثل ایک آیت نہ بنا سکے وہ ایک عجمی غلام کی سکھلائی ہوئی بات کیسے ہو سکتی ہے۔ بعض کافروں نے یہ افترا باندھا۔

وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾

کافروں نے کہا کہ اگلوں کے قصے لکھ رکھے ہیں وہی ان کے یہاں صبح اور شام سنائے جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

اے پیغمبر! قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے نہ لکھنا ہی جانتے تھے ایسا ہوتا تو یہ منکرین شک کرتے۔

یعنی اگر پیغمبر پڑھے لکھے ہوتے تو تمہارے شبہ کی گنجائش بھی ہو سکتی تھی کہ انھوں نے کوئی کتاب پڑھ کر اس کے مضامین لکھ رکھے ہیں وہی لوگوں کو سناتے اور لکھاتے ہیں۔ لیکن جب تم کو خود اس بات کا علم ہے کہ وہ اُمّی ہیں نہ کوئی کتاب ہی پڑھی نہ لکھنا ہی جانتے اور پھر ایسی بے نظیر کتاب پیش کرتے ہیں جس کی ایک آیت کا بھی تم مقابلہ نہیں کر سکتے تو کیوں نہیں ایمان لاتے کہ اللہ کی اتاری ہوئی ہے۔

ایک گروہ نے یہ کہا کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو طائف یا مکہ کے کسی سردار صاحب دولت وجاہ کے اوپر کیوں نہیں نازل ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ

Presented by www.ziaraat.com

يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ ۳۲/۴۳ نازل ہوا۔ اے محمدؐ! کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

دوسری جماعت کہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر کیوں آیت نہیں اُتارتا اور ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ ۲/۱۱۲

اور جہلا نے کہا کہ اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی آیت کیوں نہیں آتی ان سے پہلے جو گزر گئے وہ بھی اسی طرح کہتے تھے ان سب کے دل ایک طرح کے ہیں

یہ جماعت کہتی تھی کہ جب تک رسول اللہ کی طرح ہم پر بھی قرآن نہ نازل ہوگا ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ ۶/۱۲۴

جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ رسولوں کو جیسی نبوت دی گئی ہے ویسی ہی جب تک ہم کو نہ دی جائیگی ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی پیغمبری کے قابل ہے۔

سورہ مدثر میں فرمایا کہ ان کی یہ باتیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۙ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ قرآن سے اس طرح

Presented by www.ziaraat.com

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۭ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۭ

منہ پھیر کر بھاگتے ہیں جیسے گدھے شیر سے گھبرا کر بھاگے ہوں بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے دے جائیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۷۴/۵۰-۵۳

بعض نادان یہ کہتے تھے

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۱۷/۹۶

یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور تیرے چڑھ جانے پر بھی ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے پاس ایک کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھیں سامنے پیغمبر کہہ دے کہ سبحان اللہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا ایک بشر ہوں

یعنی یہ سنت الٰہی اور فطرت کے خلاف ہے کہ کوئی آدمی آسمان پر چڑھے اور وہاں سے کتاب لائے۔

بعض لوگ استہزاءً کہتے تھے کہ آسمان سے قرطاس پر لکھی لکھائی کتاب آنی چاہیے اللہ تعالے نے کہا۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

اگر ہم تیرے اوپر قرطاس پر لکھی ہوئی کتاب اتار دیتے اور یہ کفار اس کو چھو بھی لیتے پھر بھی یہی کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

۶/۷

Presented by www.ziaraat.com

تعجب ہے کہ اہل کتاب جو کتب آسمانی کے نزول پر ایمان رکھتے تھے وہ بھی کفار کے ساتھ اس قسم کے ہفوات میں شریک ہوجاتے تھے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

اہل کتاب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو کوئی کتاب ان پر آسمان سے اتار لائے ان لوگوں نے موسیٰ سے تو اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا یعنی کہا کہ ہمیں اللہ کو رو در رو دکھا دے۔ آخر ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی مار گئی۔

ان کو یہ بھی اعتراض تھا کہ سارا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ اتار دیا گیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

کفار کہتے ہیں کہ پورا قرآن ایک بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا۔ ہاں ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ تاکہ اس سے ہم تمہارے دل کو قوی کرتے رہیں اور ہم نے تو اس کو رفتہ رفتہ اتارا ہے

۲۵/۳۲

کیونکہ جب ضرورت کے موقع پر وحی آتی ہے تو ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ اور اس کی طرف رسول کی توجہ بھی زیادہ ہوتی ہے۔ علاوہ بریں بار بار کے مخاطبۂ الٰہی سے اس کا دل قوی رہتا ہے۔

بعض کفار اس قسم کے تھے جو قرآن کی عبادت پر شیدا تھے لیکن یہ چاہتے تھے کہ اس میں ان کے معبودوں کا ابطال نہ کیا جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ
قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ
تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى
اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ
رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ قُلْ لَّوْ
شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ
اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ
عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

١٠ / ١٦-١٧

جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے
کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لا
یا اسی کو بدل دے۔ اے پیغمبر تو ان سے
کہدے کہ میری مجال نہیں کہ میں اپنے
جی سے اس کو بدل سکوں میں تو اسی
کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی اترتی ہے۔
میں اپنے رب کی نافرمانی میں قیامت
کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہدے کہ اگر
اللہ چاہتا تو میں یہ قرآن تم کو پڑھ کر نہ سناتا۔
اور نہ اللہ اس سے تم کو آگاہ کرتا۔ تم سوچتے
نہیں کہ اس سے پہلے میں نے تمہارے
اندر ایک عمر گزاری ہے (کبھی وحی کا نام
بھی لیا تھا)

الغرض قرآن ان کے نامعقول سے نامعقول اعتراضات کے جوابات بھی نرمی اور معقولیت کے ساتھ دیتا رہا تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ جب وہ ہر طرف سے ہار گئے تو انھوں نے یہ شرارت سوچی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا
لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

یہ کافر باہم کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو مت۔
اور جب سنانے لگیں بیچ بیچ میں غل مچا دیا

Presented by www.ziaraat.com

تَغْلِبُوْنَ (۲۶) کرو اس تدبیر سے تم شاید غالب آجاؤ

لیکن باطل کو غلبہ کہاں۔ قرآن حق تھا غالب ہو کے رہا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل تو

الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۸۱) مٹنے ہی کے لئے تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اسبابِ نزول

قرآن کے نزول کی دو صورتیں تھیں۔ کبھی تو بلا کسی سوال یا واقعہ کے نازل ہوتا تھا۔ اور کبھی کوئی سوال یا واقعہ پیش آجاتا تھا جس پر وحی آسمانی کی ضرورت پڑتی تھی اُس وقت اُترتا تھا۔ یہی سوالات یا واقعات اسبابِ نزول کہے جاتے ہیں۔ اور یہ ایک اصطلاح قرار پاگئی ہے ورنہ وہ حقیقت میں نزولِ قرآن کے اسباب نہ تھے بلکہ موقع یا محلِ نزول تھے۔ اسی لئے ان کو زیادہ تر بجائے اسبابِ نزول کے شانِ نزول کہتے ہیں۔

گو یہ امر فنِ اصول میں طے ہو چکا ہے کہ شانِ نزول کے ساتھ آیتوں کے معانی مخصوص نہیں ہوتے بلکہ ان کا عموم و خصوص اُن کے الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اُن کا بیان غیر ضروری ہے۔ لیکن چونکہ اُن سے دو فائدے ہوتے تھے ایک تو واقعات سے آیات کا تعلق معلوم ہو جاتا تھا۔ دوسرے اُن کے علم سے آیات کے معانی زیادہ واضح طور پر سمجھ میں آتے تھے اس وجہ سے علمارِ اسلام نے نہایت جستجو کرکے اس علم کو مدوّن کر لیا۔ تفسیروں میں یہ بیان کئے جاتے ہیں، علاوہ ان کے بہت سی جداگانہ کتابیں اسی عنوان سے لکھی گئی ہیں جن میں وہ تمام سوالات اور واقعات جن کے متعلق قرآنی آیتیں نازل ہوئی ہیں، جمع کئے گئے ہیں۔

موافقاتِ صحابہؓ:۔ اسبابِ نزول کی ایک قسم موافقاتِ صحابہ ہیں۔ یعنی

Presented by www.ziaraat.com

قرآن میں بعض آیتیں ایسی ہیں جو صحابہ کے قول یا خیال کے مطابق نازل ہوئی ہیں۔ ان میں زیادہ تر موافقاتِ عمرؓ ہیں۔ بعض لوگوں نے تو اس کو اس قدر وسعت دی ہے کہ اس پر جداگانہ کتاب لکھی ہے۔ لیکن خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ تین معاملہ میں قرآن میری منشا کے مطابق نازل ہوا اور میں اور میرا رب دونوں موافق ہو گئے۔

میں کہا کرتا تھا کہ کاش مقام ابراہیمؑ ہمارے لئے مصلّٰے قرار پاتا۔ آنحضرتؐ اس کا کچھ جواب نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ میری اسی آرزو کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۲/۱۲۵ اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔

یہ بھی میں بار بار کہا کرتا تھا کہ ازواجِ مطہرات کو اگر پردہ میں رہنے کا حکم دیں تو بہتر ہے۔ آں حضرتؐ خاموشی کے سوا کچھ جواب نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ اور اُمّہات المومنین پردہ میں رہنے لگیں۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے ناراض ہو گئے تھے تو میں نے ان بیویوں سے جا کر کہا تھا۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ ۶۶/۵ اگر نبی تم کو طلاق دیدے تو امید ہے کہ اُس کا رب اس کو تم سے بہتر بیویاں بدلے میں دیدیگا

اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی۔

لیکن ان تین کے علاوہ اسیرانِ بدر وغیرہ کے متعلق اور بھی موافقاتِ

Presented by www.ziaraat.com

عمرؓ ہیں۔ اسی طرح اور بھی بعض صحابہ کے خیال یا قول کے مطابق آیات کا نزول ہوا ہے۔ اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے۔ اس لئے ان خاص خاص مواقع پر جو خیالات انسان کے دل میں فطرتاً پیدا ہو سکتے تھے، ہوئے۔ اور قرآن کی آیتوں سے مطابقت رکھا گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

مکی اور مدنی آیات

جس طرح قرآن کے نازل ہونے کا کوئی وقت نہیں مقرر تھا۔ دن کو بھی
ترتا تھا رات کو بھی اترتا تھا۔ اسی طرح اس کے لئے کوئی جگہ بھی مخصوص نہیں
ی۔ کوئی سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ کوئی طائف میں کوئی قبا میں کوئی مدینہ
ں۔ لیکن بالاجمال قرآن کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں۔ مکی اور مدنی۔ اس
رح پر کہ ہجرت سے قبل جو نازل ہوا وہ مکی ہے اور ہجرت کے بعد جو اترا وہ
نی ہے۔ خواہ وہ کہیں بھی نازل ہوا ہو۔ مکہ کے اندر وہ تمام مقامات بھی
ال سمجھے گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیام مکہ کے زمانہ میں آتے جاتے
ے۔ مثلاً منا۔ حدیبیہ۔ عرفات اور طائف وغیرہ۔ علیٰ ہذا مدینہ میں بھی وہ مقامات
ال سمجھے گئے ہیں جہاں قیام مدینہ کے زمانہ میں آپ کا جانا ہوا۔ جیسے بدر
د۔ تبوک وغیرہ۔

ابتدائے رسالت سے قبا پہونچنے تک کا کل زمانہ ۱۲ برس ۵ مہینے
ا دن ہے۔ یہ سب آنحضرت کے قیام مکہ کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں
۹ سورتیں نازل ہوئیں جو قریب دو ثلث قرآن کے ہیں اور اس کے بعد
س سال کے قیام مدینہ کے زمانہ میں ۲۱ سورتیں اتریں جو قریب ایک
ث قرآن کے ہیں۔

ی اور مدنی آیات میں فرق :۔ مدنی آیتیں مکی آیتوں سے دو باتوں میں

Presented by www.ziaraat.com

ممتاز ہیں۔

(۱) مکی آیتوں میں زیادہ تر انبیار سابقین اور ان کی امتوں کے قصے ہیں۔ بخلاف اس کے مدنی آیتوں میں خود مسلمانوں کے معاملوں اور ان کی لڑائیوں کا ذکر ہے۔

(۲) مکی آیات میں بیشتر رجوع الی اللہ اور تزکیہ قلب کی تعلیم ہے۔ او مدنی آیات میں زیادہ تر فرائض اوامر اور نواہی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مکہ میں قرآن کے مخاطب کفار تھے وہ ان کو اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ اور مدینہ میں چونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی اس لئے بیشتر انھیں کو مخاطب کر کے دین کے فرائض کی تعلیم دی۔

تکرار نزول

بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ چند سورتیں اور آیتیں قرآن میں ایسی ہیں جو مکہ اور مدینہ دونوں جگہ نازل ہوئیں اور اس کی وجہ یاددہانی نصیحت یا اس آیت کی عظمت کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کوئی آیت یا کوئی سورہ ایک بار سے دوسری بار نہیں نازل ہوئی کیونکہ دوبارہ نازل کرنا بالکل عبث تھا۔ اس لئے کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے منشار کے بغیر اس کا بھول جانا ناممکن تھا۔ قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قرآن میں عجلت کرنے کے لئے اپنی زبان

Presented by www.ziaraat.com

علینا جمعہٗ وقرآنہٗ ط   کو مت ہلا۔ اس کا پڑھا دینا اور یاد کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

۱۹-۱۷ ۷۵

سنقرئک فلا تنسیٰ ۶ پ ۳۰   ہم تجھے پڑھا دیں گے پھر تو نہیں بھولے گا۔

دوبارہ نازل ہونے کا جو خیال بعض آیتوں کے متعلق کیا گیا ہے اس کی متعارض روایتوں پر ہے جن میں سے ایک یقیناً غلط ہوتی ہے۔

حضرت آدم اور موسیٰ کے قصوں میں جو متقارب آیتیں کئی جگہ نازل ہوئی ہیں وہ بجنسہ قرآن میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ آیت شمار کی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ ایک ہی آیت بار بار نازل ہوئی ہے یہ کہ ان قصوں کے بار بار دہرانے کی کیا ضرورت تھی اس کے جواب میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس سے کسی بات کا بتلانا مقصود ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بتلانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک شے معلوم ہے اسی کو تازہ کرنا مدنظر ہوتا ہے۔ تاکہ طبیعت کو حظ حاصل ہو۔ اور اس کی یاد سے وہ جذبات جو ٹھنڈے پڑ گئے ہیں پھر گرم ہو جائیں جیسے ایک شاعر جو کسی شعر کو جانتا ہے لیکن بار بار اس کو دہراتا ہے سوچتا ہے۔ لذت لیتا ہے اور اپنے جذبہ کو تازہ کرتا ہے۔

قرآن کے وہ قصے یا حکمت کی باتیں جو بار بار دہرائی گئی ہیں ان کا یہی منشا ہے کہ ان سے روح پر جو لطیف اور پاک اثر پڑتا ہے وہ

Presented by www.ziaraat.com

اس کی یاد سے تازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام اور فرائض کی کوئی آیت کئی جگہ نہیں نازل ہوئی۔ کیونکہ وہ محکم ہیں۔ اور بمنزلہ قانون کے ہیں۔ روح پر کوئی خاص لطیف اثر ان کے علم سے نہیں پڑتا بلکہ ان پر عمل کرنے سے پڑتا ہے۔

اجزاء قرآن

قرآن سورتوں میں منقسم ہے۔ اور یہ تقسیم اللہ کی طرف سے ہے۔ ہر ہر سورہ بجائے خود ایک مستقل باب یا فصل ہے کہ جو مضمون اس میں شروع ہوا ہے وہ پورا اسی میں ختم ہو گیا ہے۔

سات منزلوں میں تقسیم صحابہ نے کی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ بالعموم ایک ہفتہ میں ایک بار قرآن کو ختم کرتے تھے۔ لیکن تیس پارے اور ہر ہر پارہ میں نصف اور ربع یہ تقسیم حجاج بن یوسف کے عہد میں آسانی اور شمار رکھنے کے لئے کی گئی ہے۔ اور رکوع زمانہ مابعد میں حفاظ نے تراویح کی نماز کے لئے متعین کئے ہیں۔

رموز اوقاف

عہد نبوت میں وقف صرف آیات پر ہوتا تھا۔ اس لئے کہ ہر آیت جہاں ختم ہوتی ہے وہاں جملہ پورا ہو جاتا ہے۔ ابو عمرو بن العلاء قاری کے زمانہ تک یہی دستور چلا آیا قراء سبعہ میں سے نافع پہلے شخص ہیں جنھوں نے آیات کے علاوہ بیچ میں بھی ٹھہرنے کی اجازت دی

Presented by www.ziaraat.com

رطیکہ معنوی رعایت ملحوظ رہے۔ یعنی ایسا بے موقع وقف نہ ہو کہ اس
ے معنی میں خلل پڑ جائے۔ پھر حمزہ نے یہ مسلک اختیار کیا کہ جہاں سانس
لٹے وہیں وقف کر دیا جائے۔ اس کے بعد سجاوندی وغیرہ نے
ت کے خاص خاص مدارج اور ان کے اقسام مقرر کئے اور اس
یک فن بنا دیا جس کا نام رموز القرآن ہے۔

تعداد سُوَر و آیات وغیرہ

قرآن کی کل سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ اور کل آیتوں کی چھ ہزار۔
ات ۷۷۹۳۴ ہیں اور حروف ۳۲۳۰۱۵۔ اسی طرح ہر قسم کے حرکات
وقاف وغیرہ بھی شمار کر لئے گئے ہیں لیکن ان کی تفصیل کچھ زیادہ مفید نہیں۔

ترتیب قرآن

قرآن جس ترتیب سے نازل ہوا وہ اُس کی اصلی ترتیب نہ تھی۔ کیونکہ اس کی آیتیں حسب موقع اور حسب ضرورت اُترتی تھیں۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت الٰہی کے ذریعہ سے اس کو اس ترتیب پر مرتب فرما لیتے تھے جو اس کی اصلی ترتیب لوح محفوظ میں تھی۔

موجودہ ترتیب قرآن کے دو حصے ہیں۔ آیتوں کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب۔

ترتیب آیات

ترتیب آیات کے متعلق ساری امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کے بتانے سے منشاء الٰہی کے مطابق ان کو مرتب فرمایا۔ اُسی ترتیب سے لکھوایا اور یاد کرایا۔ حضرت زید بن ثابت جو کاتب وحی تھے بیان کرتے ہیں کہ ہم فرمان نبوی کے مطابق آیتوں کو ترتیب دے کر لکھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے اوپر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً کسی کاتب وحی کو بلا کر لکھواتے تھے اور یہ بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورہ کی ہے۔ اس کو فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت کے پہلے لکھو۔

Presented by www.ziaraat.com

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پورا قرآن از بر رکھتے تھے۔ اور برابر اس کی تلاوت کرتے رہتے۔ نمازوں میں اس کی سورتیں پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شروع سے آخر تک مرتب تھا۔ امام مالکؒ کا قول ہے۔

قرآن جو اس وقت ہمارے درمیان موجود ہے صحابہ نے اس کو اسی ترتیب کے ساتھ لکھا جس ترتیب کے ساتھ آنحضرتؐ سے سنا۔

امام بغوی لکھتے ہیں۔

صحابہ نے قرآن کو اسی ترتیب سے لکھا جس ترتیب سے آنحضرتؐ نے اس کو اپنے سامنے لکھوایا تھا۔ ہم اطمینان کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ قرآن بعینہ وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنایا اور جو لوح محفوظ میں تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ اپنی طرف سے اس کو مرتب نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ جس طرح جبریل بتاتے تھے اس طرح ترتیب دیتے تھے۔

ترتیب سُوَر

سورتوں کے متعلق بھی علماء محققین کا قول ہے کہ ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب کر دیا تھا۔ قاضی ابو بکر لکھتے ہیں۔

جس طرح آیتوں کی ترتیب آنحضرتؐ کو جبریل نے بتائی تھی اسی طرح سورتوں کی بھی۔ جس قدر قرآن اُتر چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اُس کو ہر سال رمضان میں دُہرالیا کرتے تھے۔ اور جبریل اُس کو مرتب کرا دیتے تھے۔

جس طرح ایک آیت دوسری آیت سے مرتب ہے۔ اسی طرح ایک سورہ دوسری سورہ کے ساتھ ہے۔

علامہ کرمانی اور نیز طیبی کا قول ہے۔

قرآن اگرچہ حسب اقتضائے ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہوا لیکن اس کی جو ترتیب لوح محفوظ میں تھی اسی کے مطابق اس کی آیتیں اور سورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب فرمائیں۔

عہد نبوت میں قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں مرتب ہو گئی تھیں۔ سورہ برات چونکہ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی اس لئے اس کے متعلق کوئی حکم آپ نے نہیں دیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد صحابہ نے اس کے مضمون کو سورۂ انفال کے مضمون سے ملتا جلتا دیکھکر یہ سمجھا کہ اُسی کا بقیہ ہے۔ اس لئے دونوں کو ملا دیا۔ اور بیچ میں بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔

امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توریت کے بدلے مجکو سبع طوال عطا کی گئیں۔ زبور کے عوض مئین۔ انجیل کے بجائے مثانی۔ اور یہ میری فضیلت ہے کہ ان سب کے علاوہ مجکو مفصل بھی دی گئیں

اب قرآن کی سورتوں کو دیکھئے۔ ان کی چار قسمیں قرار دی گئی ہیں

Presented by www.ziaraat.com

سبع طوال۔ شروع کی سات بڑی بڑی سورتیں۔
مئین۔ جن سورتوں میں کم و بیش سو آیتیں ہیں۔ یونس سے فاطر تک۔
مثانی۔ جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ یٰسین سے ق تک۔
مفصّل۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں جن میں جلد جلد فصل واقع ہو جاتا ہے ق سے الناس تک یہی ترتیب بعینہ اس وقت قرآن کی سورتوں کی ہے۔ اس لئے اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ سورتیں بھی زمانہ نبوت میں مرتب تھیں۔

بعض روایتیں مصحف عبداللہ بن مسعود و ابی بن کعب کی سورتوں کی ترتیب کو موجودہ قرآن سے کسی قدر مختلف ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن وہ اس قدر ضعیف ہیں کہ کسی طرح قابل قبول نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ربط آیات

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کی آیتوں میں باہمی تناسب اور تسلسل نہیں ہے۔ اور وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آیاتِ قرآن کا نزول ایسے واقعات اور حالات کے متعلق ہوا ہے جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور غیر متعلق تھے۔ اس لئے ان میں نہ ربط ہو سکتا ہے نہ ربط کی ضرورت ہے۔

قرآن پر غیر قوموں کے لوگوں نے بھی اعتراض کیا ہے کہ اس میں تسلسل نہیں ہے۔ کارلائل جو اسلامی تعلیمات کا مداح ہے وہ بھی قرآن کی بے ترتیبی مضامین پر معترض ہوا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب اس مضمون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حکمت دریں باب موافقت مبعوث الیہم است در لسان و اسلوب بیان۔ تا نزولِ قرآن درمیانِ عرب ہیچ کتابے نہ بود۔ نہ کتاب الٰہی نہ مؤلفِ بشر۔ و ترتیبے کہ حالا مصنفین اختراع نمودہ اند عرب آں را نمی دانستند۔ اگر ایں را باور نمی داری قصائد شعرائے مخضرمین را تامل کن و رسائلِ آنحضرت و مکاتیب عمر را برخواں۔ تا ایں معنی روشن شود پس اگر [redacted]ان گفتہ خود بحیرت درمانند۔ و چیزے ناآشنا بگوش ایشاں رسد۔ و فہم ایشاں مشوش سازد۔

Presented by www.ziaraat.com

ونیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع التکرار والاستحضار۔ و

ایں معنی در غیر مرتب اقوے واتم است

شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو ترتیب تم چاہتے ہو عرب اس کو جانتے ہی نہ تھے اور مصلحت اسی امر کی متقاضی تھی کہ جن لوگوں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے وہ جس طرح پر کلام کرتے ہوں اسی اسلوب پر قرآن بھی ہو۔ ورنہ اُن کی سمجھ میں نہ آتا۔

علاوہ بریں قرآن کا مقصد یہ ہے کہ اخلاص اور تزکیۂ نفس کے مضامین اس قدر بار بار دہرائے جائیں کہ مخاطب ان کے اثر میں محو ہو جائے۔ اور یہ اس ترتیب اور تسلسل کی صورت میں جس کو تم چاہتے ہو نہیں ہو سکتا تھا۔

قرآن مربوط ہے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کسی آدمی کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اور جس قدر متکلم کی شان ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے اسی قدر اس کا کلام بھی بلند ہوتا ہے۔ اور کلام کی بلندی اور رفعت کا انحصار ایجاز و اختصار پر ہے۔ قرآن مجید اس قدر موجز اور مختصر ہے کہ کسی کلام کا اس کے برابر موجز اور مختصر ہونا ممکن نہیں۔ اور موجز کلام میں چونکہ زائد باتیں نہیں ہوتیں صرف ضروری رموز اور کنائے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا تناسب آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ ورنہ حقیقت میں وہ کلام تناسب سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر آیات قرآنی میں تسلسل اور

Presented by www.ziaraat.com

ربط نہ ہوتا تو پھر کیا وجہ تھی کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بتلاتے تھے کہ اس کو فلاں سورہ میں فلاں آیت کے پہلے لکھو۔

علماء محققین جو کلام اللہ میں زیادہ غور و فکر کرتے رہے ہیں وہ ہمیشہ سے اس کے مربوط اور منتظم ہونے کے قائل رہے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے لکھا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم کی تمام آیتیں مسلسل اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں لیکن چونکہ جمہور اس علم کی قدر نہ کریں گے اس لئے میں خود ہی اس کا لطف اٹھا لیتا ہوں۔ اور اس کو اپنے اور اللہ کے درمیان رکھتا ہوں۔

امام رازی نے بھی تناسب آیات کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی ہے تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

قرآن کی بہت سی لطافتیں اور نزاکتیں ترتیب آیات میں مخفی ہیں۔ اگر انسان ان پر غور کرے تو اس کو قرآن میں زیادہ لذت ملے۔

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے خاتمہ پر لکھا ہے۔

جس نے اس سورہ کے لطیف تناسب پر غور کیا ہے۔ اور اس کی دلکش ترتیب کو نظر تامل سے دیکھا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن بلندی معانی اور فصاحت الفاظ ہی کے لحاظ سے معجزہ نہیں ہے

Presented by www.ziaraat.com

بلکہ ترتیب نظم کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ افسوس ہے کہ عام مفسرین اس کی ترتیب کے لطائف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ قرآن ترتیب کا پابند نہیں ہے۔

تناسبِ آیات کا سمجھنا اس امر پر موقوف ہے کہ پہلے آدمی سورہ پر غور کرے کہ بحیثیت مجموعی اس کے اتارنے کی غرض کیا ہے۔ پھر یہ سوچے کہ اس خاص غرض کو سمجھانے کے لئے کن کن مقدمات کی ضرورت ہے۔ پھر ان مقدمات کے مراتب پر لحاظ کرے کہ بحیثیت اصل غرض سے قریب یا بعید ہونے کے ان کے مدارج میں باہمی کس قدر تفاوت ہے۔ اور ان کے بیان سے پہلے کلام میں کیا کیا تمہیدیں ہونی چاہئیں تاکہ جس وقت وہ اصلی غرض بیان کی جائے ان تمہیدات اور مقدمات کے سننے کے بعد سامع کا ذہن اس کو قبول کر لینے کے لئے تیار رہے۔ اور بلا چون وچرا اس کو مان لے ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد آسانی سے تناسب سمجھ میں آسکتا ہے الغرض قرآن تناسب سے خالی نہیں اور اس کی آیتیں ایک دوسرے کے ساتھ لطیف ربط رکھتی ہیں۔

ربط قرآن پر تصانیف

اس خاص عنوان پر تفسیریں بھی لکھی گئی ہیں جن میں آیات کا باہم

Presented by www.ziaraat.com

ربط دکھایا گیا ہے۔ علامہ برہان الدین بقاعی متوفی ۸۸۵ھ نے نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور۔ علامہ سیوطی نے اسرار التنزیل اور شیخ علی بن احمد مہائمی متوفی ۸۲۵ھ نے تبصیر الرحمٰن لکھی۔ اس زمانہ میں مولانا حافظ حمید الدین فراہی عربی زبان میں تفسیر نظام القرآن لکھ رہے ہیں۔ جس کے بعض اجزاء شائع ہو چکے ہیں امید ہے کہ اس کے مکمل ہو جانے کے بعد اس عنوان پر پھر کسی تصنیف کی حاجت نہ رہے گی۔

Presented by www.ziaraat.com

حفاظتِ قرآن

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالے نے لیا ہے۔ اور صاف صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ؀ ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۱۵/۹

اس آیت میں الذکر کا جو لفظ ہے اور جس کے معنی ہم نے قرآن کے لکھے ہیں اس کی یہی تفسیر خود اللہ تعالے نے سورۂ سجدہ میں کر دی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۚ وَ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ﴿ۙ۴۱﴾ لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴿۴۲﴾ ۴۱/۴۲ جن لوگوں نے الذکر کا انکار کیا وہ جہنمی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عزت والی کتاب ہی باطل نہ اس کے آگے سے اس کے پاس پھٹکتا ہے نہ پیچھے سے اور حکیم اور قابل صد معبود کی اتاری ہوئی ہے۔

جھوٹ کا اس کے آگے اور پیچھے سے نہ پھٹکنا اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب میں کوئی زائد لفظ داخل نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کا کوئی لفظ اس میں سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ باتیں صرف اعتقادی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ دلائل واقعی اور شواہد تاریخی سے قطعی طور پہ ثابت ہیں۔

حفظ قرآن :- تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا حافظہ نہایت

Presented by www.ziaraat.com

زبردست تھا۔ وہ اپنے شجرہائے نسب اور بڑے بڑے واقعات اور قصائد کو ایک بار سن کر برزبان یاد کر لیتے تھے قرآن کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ خود آنحضرتؐ اور نیز صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے اس کو برزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا۔

اللہ تعالٰے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز مسلمانوں کو تلاوت قرآن کا حکم دیا اور فرمایا۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۲۰/۷۳ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔

اور ان اوقات اور لمحات کو جو تلاوت قرآن میں صرف ہوں مسلم کی زندگی کا ایک بیش قیمت سرمایہ قرار دیا۔ جس سے وہ نماز اور زکوٰۃ کی طرح دونوں جہاں میں بے شمار نفع حاصل کر سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ ۳۵/۲۸

بیشک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور علانیہ اس مال میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے ان کو دیا ہے وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہیں۔

آیات قرآنیہ اور ضمناً حفاظ قرآن کی مدح میں فرمایا۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۲۹/۴۸

بلکہ یہ کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حفظ قرآن کے ذریعہ سے اللہ تعالے نے حفاظ کے سینوں میں قرآن کی حفاظت کا سامان کردیا۔ جو بغیر مدد کتاب کے اس کو ترتیب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

نیز قرآن جس وقت پڑھا جائے خاموشی کے ساتھ اس کو سننے کا حکم دیا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر پڑھنے والے سے کوئی غلطی ہو جائے تو سامع اس کو رفع کردے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا ۲۰۴ اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم لوگ چپ رہو اور سنو۔

قرآن کی کسی آیت کے چھپانے والے کو دنیا بھر کا ملعون قرار دیا تاکہ مسلمان اس جرم قبیح کے مرتکب نہ ہوں۔ پھر یہ بھی حکم دیا کہ امت اسلامیہ میں سے ایک جماعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو حاملین کتاب ہیں۔

الغرض قرآن کی تلاوت۔ اس کا حفظ۔ اس کی ترویج و اشاعت و تبلیغ ان سب کو امت کے فرائض اور اس کی بہترین عبادات میں سے قرار دیا۔

اہتمام حفظ

ابتدائے نزول سے جس وقت کوئی آیت اُترتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لکھانے کے علاوہ لوگوں کو اسی وقت یاد کرا دیتے تھے اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ کہیں الفاظ قرآن میں غلطی یا

تغیر و تبدل نہ ہو جائے اس لئے جن کو یاد کراتے تھے اُن سے پھر بار بار سُنا بھی کرتے تھے۔ اور خود بھی اُن کو سنا دیتے تھے۔

مکہ میں حضرت ارقم مخزومی کے گھر آپ نے تلاوت خانہ مقرر کیا تھا۔ وہیں مسلمانوں کے ساتھ جاتے تھے۔ اور قرآن خوانی کرتے تھے یہ مکان مکہ میں اب تک موجود ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کے تاریخی رتبہ کے مناسب اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی ہے۔

جب مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہاں ایک جماعت اہلِ صُفّہ کے نام سے تھی۔ یہ وہ غرباء تھے جو گھر بار چھوڑ کر آئے تھے اور جن کا کہیں ٹھکانا نہ تھا مسجد نبوی میں ایک صُفہ یعنی چبوترہ تھا اسی پر گذر کر لیتے تھے۔ یہ کم و بیش ۸۰ آدمی تھے۔ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یاد کرا دیتے تھے اور یہ لوگ مدینہ کی گلیوں میں جا جا کر لوگوں کو یاد کراتے تھے۔

حفاظِ صحابہ

خلفاء راشدین اور بڑے بڑے مہاجرین رضی اللہ عنہم شروع سے قرآن حفظ کرتے آتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے مکہ میں اپنے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر لی تھی وہاں تلاوت کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود کو خود آنحضرتؐ یاد کراتے تھے۔ اور اُن کی قرأت کو پسند فرماتے تھے۔ اپنے مرض الموت میں انہیں سے قرآن پڑھوا کر سُنا کرتے تھے یہاں تک

کہ تقریبًا سارا قرآن انھوں نے سنایا۔

سالم مولےٰ مذیفہ۔ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی پورا قرآن ازبر رکھتے تھے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یاد کرایا تھا۔ اسی لئے لوگوں کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ان سے قرآن سیکھو۔

مہاجرین میں سے خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت طلحہ۔ سعد بن وقاص ابوہریرہ عبداللہ بن سائب۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ حضرت عائشہ حفصہ اور ام سلمہ اور انصار میں سے عبادہ بن الصامت۔ ابوحلیمہ۔ مجمع بن جاریہ فضالہ بن عبید۔ مسلمہ بن مخلد۔ تمیم داری۔ عقبہ بن عامر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم یہ سب کے سب پورے قرآن کے حافظ تھے۔

ان کے علاوہ ہر ایک صحابی ایک معتد بہ حصہ قرآن کا یاد رکھتا تھا اور یہ ایک ایسا مقبول اور مؤثر طریقہ کتاب اللہ کی حفاظت کا رائج ہوا کہ ہر زمانہ اور ہر اسلامی ملک میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان قرآن حفظ کرتے رہے ہیں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

کتابت قرآن

دوسرا سبب قرآن کی حفاظت کا یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں اس کو مکمل لکھوا دیا تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ قرآن کتاب ہے۔ اور انبیاء گزشتہ پر جو کتابیں نازل

Presented by www.ziaraat.com

ہوئی تھیں وہ بذریعہ کتابت محفوظ رکھی جاتی تھیں۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس سنت قدیمہ کے مطابق حفظ کے علاوہ کتابت کا طریقہ بھی اختیار کیا۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ جب کوئی آیت اُترتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کسی کاتب وحی کو بلوا کر اس کو لکھوا دیتے تھے۔ اور یہ بھی تبلا دیتے تھے کہ فلاں جگہ اس کو لکھو۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق کتب حدیث میں یہ واقعہ موجود ہے کہ اُنھوں نے اپنی بہن کے گھر میں چند ورقے قرآن کے دیکھے تھے جن کو پڑھ کر اسلام کی حقانیت ان کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کر اسلام لائے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مکہ میں عام طور پر جو مسلمان لکھے پڑھے تھے قرآن کو لکھ لیا کرتے تھے۔

کاتبان وحی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی کتابت کے لئے معتبر صحابہ کو منتخب فرماتے تھے۔ مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عثمان اور حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم لکھا کرتے تھے۔ اور جب مدینہ میں آئے تو یہاں ان کے علاوہ زبیر بن العوام ابی بن کعب حنظلۃ بن الربیع۔ زید بن ثابت۔ ابی بن فاطمہ۔ عبداللہ بن ارقم شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن رواحہ۔ امیر معاویہ۔ خالد بن سعید۔ اور ابان بن سعید وغیرہ رضی اللہ عنہم لکھتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

ان کے علاوہ بہت سے لوگ بطور خود قرآن کو لکھکر اپنے پاس رکھتے تھے۔ مثلاً معاذ بن جبل۔ ابوالدرداء۔ ابوایوب انصاری۔ عبادہ بن الصامت وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ نیز عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر نے بھی پورا پورا قرآن لکھکر اپنے پاس رکھا تھا۔

باوجود اس کے کہ صحابہ میں اس قدر لکھنے والے موجود تھے پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اور زیادہ لکھنے والے پیدا ہوں۔ چنانچہ لوگوں کو لکھنے کا شوق دلاتے تھے۔ اور بدر کے قیدیوں میں سے ان لوگوں کا جو لکھنا جانتے تھے آپ نے یہی فدیہ مقرر کیا تھا کہ مدینہ کے دس دس آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں اور آزاد ہو جائیں۔

کتابت قرآن میں مزید احتیاط آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ کاتبوں کو منع فرما دیا تھا کہ قرآن کے علاوہ حدیثیں وغیرہ کچھ نہ لکھیں۔ کیونکہ اس سے غلط ملط ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ مسلم میں یہ روایت ہے۔

لَا تَكْتُبُوا عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ — مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو

قرآن کتاب ہے

قرآن کو اسی وجہ سے جا بجا آیات میں کتاب کہا ہے کہ وہ شروع سے لکھا جاتا تھا۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ پ۱ ع۲ — یہ کتاب ہے جس میں کچھ شک نہیں۔

دوسری آیت میں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ط ۲۹/۵	کیا اُن کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو اُن کو سنائی جاتی ہے۔

سورۂ عبس میں ہے۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ ۸۰/۱۵	بے شک یہ قرآن نصیحت ہے۔ جو چاہے اس کو یاد رکھے۔ پاکیزہ بلند مرتبہ اور مکرم صحیفوں میں منتشر اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہے۔

سورۂ بینہ میں ہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ ۹۸/۳	اللہ کا رسول پاک صحیفے اُن کو سناتا ہے جس میں پکی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اسی کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵۶/۷۹	یہ قرآن کریم ہے جو محفوظ کتاب میں ہے۔ وہی لوگ اس کو ہاتھ لگاتے ہیں جو پاکیزہ ہیں۔ اتارا ہوا ہے رب العالمین کا۔

ان تمام آیات سے روز روشن کی طرح نمایاں ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو لکھواتے تھے۔ وہ کتاب کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی سورتیں اور آیتیں سب عہد نبوت میں مکمل لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اور لوگ اس کو لکھکر اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور پڑھتے تھے۔

جمع قرآن

قرآن کریم اگرچہ عہد نبوت ہی میں مکمل لکھوا دیا گیا تھا لیکن وہ نوشتے متفرق اور منتشر تھے۔ حضرت عمر کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کو ایک شیرازہ میں جمع کرا دیں۔ اور یہ خیال اس وقت پیدا ہوا جب جنگ یمامہ میں جو آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی مسیلمہ کذاب کی قوم بنی حنیفہ سے ہوئی تھی سات سو حفاظ قرآن شہید ہو گئے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر حاملان قرآن کا اسی طرح خاتمہ ہوتا گیا تو کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے اس لئے حضرت ابوبکر کے سامنے اس خیال کو پیش کیا۔ انھوں نے پہلے تو یہ عذر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ایک شیرازہ میں جمع نہیں کرایا امت کو لکھا دیا۔ یاد کرا دیا اور ان کے اوپر چھوڑ دیا۔ اب میں وہ کام کیوں کروں جس کو آپ نے نہیں کیا۔ مگر حضرت عمر کے اصرار سے وہ بھی اس ضرورت کو سمجھ گئے اور اس کام کے لئے تیار ہو گئے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے۔

حضرت زید بن ثابت نے کہا کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر نے مجھکو طلب فرمایا۔ جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ عمر بن الخطاب بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں بہت سے حفاظ قرآن مقتول

Presented by www.ziaraat.com

ہو گئے ہیں مجھے خوف ہے کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو جمع کرا دو۔ میں نے کہا کہ میں وہ کام کیوں کروں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمرؓ نے کہا کہ اس کا جمع کرا دینا بہتر ہے اور اسی پر وہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میری سمجھ میں بھی یہ بات آگئی۔ اور میری رائے بھی اُن کی رائے کے مطابق ہو گئی۔

تم جوان اور عقلمند ہو ہم کو تمہارے اوپر اعتماد ہے۔ تم آنحضرتؐ کے کاتب وحی تھے۔ محنت کر کے قرآن کو جمع کرا دو۔

زید کہتے ہیں کہ اللہ گواہ ہے کہ اگر وہ مجھکو پہاڑ اٹھانے کا حکم دے دیتے تو وہ میرے لئے آسان ہوتا لیکن یہ بوجھ مجھے نہایت گراں معلوم ہوا۔

آخر میں آمادہ ہوا۔ کھجور کے پتوں۔ لکڑی کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے اس کو جمع کیا۔ صرف سورۂ توبہ کی دو آخری آیتیں سوائے ابوخزیمہ انصاری کے اور کسی کے پاس مجھکو نہیں ملیں۔

کیفیت جمع

صورت یہ تھی کہ زید بن ثابت۔ سالم مولے حذیفہ اور کئی آدمی اور جو اس کے اہل تھے قرآن جمع کرنے کے لئے مستعد ہوئے زید بن ثابت چونکہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور ہمیشہ وحی لکھا کرتے تھے۔ نیز

Presented by www.ziaraat.com

سارا قرآن اُن کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد کرایا تھا۔ اور اسی سال رمضان میں دو مرتبہ آپ نے پورا قرآن دھرایا تھا اس میں بھی زید شریک تھے اس لئے وہ اس جماعت کے سرگروہ قرار پائے۔ حضرت عمر نے مسجد نبوی کے سامنے کھڑے ہو کر سب سے کہہ دیا کہ جس شخص نے قرآن کی جس قدر سورتیں لکھ رکھی ہوں وہ ہمارے پاس لائے۔ صحابہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کھجور کے پتوں۔ لکڑی کی تختیوں وغیرہ پر اس کو لکھا کرتے تھے۔ اُنھوں نے اُن سب کو لا کر فراہم کر دیا۔ زید بن ثابت اور اُن کے رفقار گو خود سارے قرآن کے حافظ تھے لیکن مزید احتیاط کے لئے جو کچھ لکھا ہوا پاتے تھے یا کسی سے سُنتے تھے اُس پر دو معتبر گواہ لے لیتے تھے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے آنحضرتؐ کے سامنے لکھا گیا ہے یا نہیں۔ اور فلاں نے جو کچھ سنایا ہے اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سُنا تھا یا نہیں۔ جب گواہ گذر جاتے تھے تو اُس کو اپنے حافظہ اور اپنے نوشتہ سے ملا کر مقابلہ کر کے لکھ لیتے تھے۔

سورۂ برأت کی دو آخری آیتیں چونکہ بالکل آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں نازل ہوئی تھیں جس کے ۹ دن کے بعد آپ رحلت فرما گئے اس لئے وہ سب کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں۔ اور نہ عام طور پر اس کی اشاعت ہو سکی تھی صرف وہ صحابہ جانتے تھے جو دربار نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر۔ عثمان۔ ابی بن کعب اور حارث وغیرہ رضی اللہ عنہم نے شہادت دی کہ ہم نے بھی ان دونوں آیتوں کو نبی صلی اللہ

Presented by www.ziaraat.com

علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ اس لئے حضرت زید نے ان کو عبارت کے آخر میں لکھ دیا۔

علامہ محاسبی لکھتے ہیں

قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں لکھوا دیا تھا لیکن وہ چمڑوں، تختیوں اور کھجور کے پتوں وغیرہ پر لکھا ہوا منتشر اور متفرق تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے انھیں منتشر نوشتوں اور صحیفوں کو صحت اور احتیاط کے ساتھ لکھوا کر ایک جگہ جمع کرا دیا۔ اور شیرازہ لگا کر تاگے سے سی دیا تاکہ اس کا کوئی ورق ضائع نہ ہو۔ یہ مجموعہ بلا ایک حرف کے تغیر و تبدل یا کمی وبیشی کے بجنسہ وہی قرآن تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔ اور بعینہ اسی ترتیب کے ساتھ لکھا گیا۔ اس میں اس قدر احتیاط اور صحت کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی لفظ قرآن کا نہ لکھنے سے رہ گیا نہ کوئی بڑھایا گیا۔ اور بلا استثناء اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

یہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مسلم امر ہے کہ مخالفین اسلام بھی اس کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ولیم میور نے لکھا ہے۔

کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو۔ نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسے الفاظ یا فقرے ہوتے تو ضرور تھا کہ اُن کا تذکرہ اُن احادیث میں ہوتا جن میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

چھوٹی چھوٹی باتیں بھی افعال اور اقوال کی نسبت محفوظ رکھی گئی ہیں
کاغذ کا اس وقت تک وجود نہ تھا۔ یہ مجموعہ قرطاس پہ لکھا گیا۔ اور حضرت ابوبکر خلیفۂ اسلام کی حفاظت میں رکھ دیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا جب انھوں نے انتقال فرمایا تو چونکہ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا اس لئے ان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ نے جو پڑھی لکھی تھیں اُس کو اپنی امانت میں رکھا۔

صحابہ کو بوجہ جنگ اور اشاعتِ اسلام کی مصروفیت کے اس وقت موقع نہ مل سکا کہ اس کے نسخے ملک میں پھیلاتے اس زمانہ میں جس کے پاس جس قدر قرآن لکھا ہوا تھا یا جس کو جتنا یاد تھا وہ اسی کی تلاوت کرتا تھا

Presented by www.ziaraat.com

مصحف عثمانؓ

عرب میں مقامات اور قبائل کے لحاظ سے لب ولہجہ میں کسی قدر اختلافات تھے۔ مثلاً کوئی قبیلہ علامتِ مضارع کو مفتوح پڑھتا تھا کوئی مکسور۔ کسی مقام کے لوگ حتیٰ کو عتیٰ ثمانیہ کو تمانیہ بولتے تھے۔ کہیں ابتدائی الف ی پڑھا جاتا تھا۔ مثلاً امیر کو ییر کہتے تھے۔ الغرض بعض بعض حروف کے مخارج اور اُن کی کیفیت ادا میں اسی قسم کے اختلافات تھے۔ چونکہ ان لفظی اختلافات سے قرآن کے معانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو کسی خاص لہجہ میں پڑھنے پر سب کو مجبور نہیں کیا۔ بلکہ اجازت عطا فرمائی کہ جو جس طرح پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

جب اہلِ عجم اسلام لانے لگے تو عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان سے قرأت میں غلطیاں ہونے لگیں۔ اس بنا پر ۲۳ھ میں حضرت عثمانؓ نے ضرورت محسوس کی کہ اصل قرآن کی نقل صحیح قرأت کے مطابق لے کر تمام اسلامی صوبوں میں بھیجدی جائے تاکہ اسی کے مطابق لوگ قرآن کو پڑھیں۔ اور اختلافات مٹ جائیں۔ اس کی مفصل کیفیت صحیح بخاری میں اس طرح پر مروی ہے۔

• حضرت حذیفہ بن الیمان، اہل عراق کے ساتھ جنگ آرمینیہ و آذربیجان میں شریک تھے وہ عراقیوں کا قرآن سن کر اور

Presented by www.ziaraat.com

ان کے اختلافات قرأت کو دیکھ کر بہت گھبرائے۔ مدینہ میں آکر
حضرت عثمان سے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح یہود و نصاریٰ
نے اپنی اپنی کتابوں میں اختلافات ڈال دیئے ہیں اسی طرح مسلمان
بھی قرآن میں اختلافات پیدا کر دیں۔ ابھی بہت سویرا ہے جلدی
خبر لو۔ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے پاس سے مصحف اصلی
کو منگا کر زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن
بن الحارث کو مقرر کیا کہ اس کو نقل کریں۔ زید بن ثابت کے سوا
باقی تینوں قریشی تھے۔ ان کو یہ ہدایت کی کہ جب تم میں اور زید
بن ثابت میں کسی لفظ کی قرأت کے متعلق کوئی اختلاف واقع
ہو تو قریش کے لہجہ کی رو سے فیصلہ کرنا کیونکہ قرآن قریش ہی کی
زبان میں اترا ہے۔

حضرت عثمان کا کام

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان نے کوئی مزید کام نہیں کیا صرف یہی کیا کہ قرأت
کے اختلافات چونکہ بڑھ رہے تھے انھوں نے معتبر صحابہ کے ہاتھوں
سے اسی قرآن کو جس کو حضرت ابوبکر صدیق نے جمع کرایا تھا مستند
قرأت کے مطابق جو رسول اللہ سے ثابت تھی نقل کرالیا۔ چنانچہ
نقل کے زمانہ میں جب کسی قرأت میں باہم اختلاف پڑتا تھا تو

Presented by www.ziaraat.com

بعض بعض صحابہ جن کی نسبت گمان ہوتا کہ اس کے متعلق وہ کوئی صحیح علم رکھتے ہوں گے تین تین دن کی مسافت سے تصفیہ کے لئے بلائے جاتے جس آیت یا لفظ کے متعلق اختلاف ہوتا تھا اس کی جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ جب مستند ذریعہ سے وہ اختلاف طے ہو جاتا تھا اور صحیح قرأت کا آنحضرتؐ سے ثبوت مل جاتا تھا تو اُس کو اُس کی جگہ پر لکھ دیتے تھے۔

حضرت عثمان نے بلاکسی کمی بیشی کے اسی ترتیب اور اسی حیثیت کے ساتھ اس قرآن کے نسخے لئے جو باتفاق امت خلافت صدیقی میں جمع کیا گیا تھا صرف اختلافات قرأت کو رفع کرنے کی غرض سے کاتبوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب کوئی لفظ مختلف القرأت ہو اور اس کے بارے میں تم میں اور زید بن ثابت میں اختلاف واقع ہو تو اس لفظ کو اُس طرح لکھنا جس طرح قریش بولتے ہوں۔ کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے۔

اختلاف کی ایک مثال

۔ یہ اختلافات اگرچہ نہایت خفیف اور صرف حروف کی کیفیت ادا اور مخارج تک محدود ہوتے تھے لیکن ان کی بھی نہایت کوشش کے ساتھ تنقیح کی جاتی تھی۔ حافظ ابن حجر اسی قسم کی ایک مثال لکھتے ہیں کہ تابوت کے لفظ میں اختلاف واقع ہوا زید بن ثابت کہتے تھے کہ تابوہ ہے متعدد صحابہ سے اس کی تحقیق کی گئی۔ آخر میں خود حضرت عثمان نے فیصلہ

کیا کہ قریش تابوت بولتے ہیں اس لئے یہی قرأت صحیح ہے۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔

جمع ابوبکرؓ و عثمانؓ میں فرق

علامہ ابن التین لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور عثمان کے جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکر نے تو اس خوف سے جمع کیا تھا کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت وہ منتشر اور متفرق صحیفوں میں تھا۔ انھوں نے ان سب کو لے کر آیتوں اور سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے مطابق آنحضرتؐ نے لکھایا اور پڑھایا تھا ایک شیرازہ میں جمع کر دیا۔ اور حضرت عثمان نے جب وجوہ قرأت میں لوگوں کو اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس قرآن کو صحیح قرأت کے ساتھ جو عرضۂ اخیرۂ رسول کے مطابق تھی اور جس کی صحت میں مطلق شبہ نہ تھا نقل کرا دیا تاکہ اختلافات قرأت رفع ہو جائیں۔

انھوں نے نہ ترتیب میں تاخیر کی نہ تقدیم کی نہ اس میں کسی تاویل کو دخل دیا۔ صرف قرأت میں لوگوں کے شبہ یا فساد کرنے سے قرآن کو محفوظ کر دیا۔

مصحف عثمانؓ پر اجماع

حضرت عثمان کے اس فعل سے اس وقت امت میں کسی فرد واحد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ قاضی ابوبکر نے لکھا ہے۔

حضرت علی کا قول تھا کہ اگر اس وقت میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو عثمانؓ نے کیا۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ کیا تھا۔

الزام تحریق

بیان کیا جاتا ہے کہ مصحف اصلی کی نقل لینے کے بعد حضرت عثمان نے بعض متفرق صحیفوں کو جو لوگوں کے پاس تھے اور صحیح قرأت کے مطابق نہ تھے جلانے کا حکم دیدیا بعض فرقے اس کو حضرت عثمان کے معائب میں بڑے خد و مد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور ان پر تحریق قرآن کا الزام لگاتے ہیں۔ لیکن عقل کے نزدیک اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ فعل نہایت مستحسن تھا۔ کیونکہ ان اجزاء سے اختلاف قرأت کا اندیشہ تھا جس سے کہ وہ امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے ایسی حالت میں جب کہ باتفاق صحابہ قرأت صحیحہ کے مطابق قرآن لکھ لیا گیا ان اختلافی مواد کا جلا دینا امت پر بہت بڑا احسان تھا۔

عثمانی مصاحف موجود ہیں

حضرت عثمان نے ایک ایک نقل مصر۔ کوفہ۔ بصرہ۔ مکہ۔ شام۔ یمن اور بحرین کے عاملوں کے پاس بھجوادی اور لکھا کہ یہ نسخہ قرأت صحیحہ کے مطابق لکھوا دیا گیا ہے اسی قرأت کے ساتھ مسلمان قرآن کی تلاوت کریں ایک نقل مدینہ میں خود اپنے پاس رکھ لی تھی۔ اس کا نام امام تھا۔ مصحف اصلی ۴۶ھ میں مروان کے ہاتھ سے کسی سفر میں ضائع ہوگیا

لیکن حضرت عثمان کے لکھائے ہوئے نسخے مکہ۔ مدینہ۔ دمشق اور فارس میں اب تک موجود ہیں۔ مدینہ کے نسخے کے آخر میں یہ یادداشت بھی ہے کہ یہ عثمانؓ کے حکم سے لکھا گیا۔ وہ نسخہ جس کا نام امام تھا اور جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان قتل کئے گئے تھے وراثتاً بنی امیہ کے پاس رہا۔ اور ان کی خلافت کے ساتھ دمشق سے منتقل ہو کر اندلس میں چلا گیا۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ وہ قرطبہ کی جامع مسجد میں موجود تھا۔ جب اسلامی سلطنت کو وہاں زوال ہوا تو مراقش کے دارالخلافہ فاس میں منتقل کیا گیا۔ تاریخ ادریسی سے بھی اس کی سند ملتی ہے۔ اس نے جامع قرطبہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اُن رسومات کو بھی لکھا ہے جو اس قرآن کے متعلق وہاں ادا کی جاتی تھیں۔

ابن بطوطہ جس نے آٹھویں صدی ہجری میں سیاحی کی ہے لکھتا ہے کہ یہ مصحف جامع بصرہ میں موجود ہے۔ اور اس پر خلیفہ کے خون کے دھبے اب تک نمایاں ہیں۔

اب بیان کیا جاتا ہے کہ روس کے قدیم دارالخلافہ ماسکو میں مسلمانوں نے ۱۹۰۲ء میں کتب خانہ قائم کیا ہے اس کے لئے بخارا سے کچھ کتابیں لائی گئی ہیں اُن میں وہ امام بھی ہے۔ اس پر خون کے نشانات ہیں۔

مصحف علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصحف عثمانی کی جو نقلیں کی تھیں کہا جاتا ہے

کہ اُن میں سے ایک مشہد علی میں محفوظ ہے اس پر اُن کے دستخط بھی بنے
ہوئے ہیں۔ قرآن کے چند اوراق جن کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت علی کے
ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں لاہور کی شاہی مسجد کے توشہ خانہ میں ہیں۔

رسم الخط

جس رسم الخط کے مطابق یہ مصاحف ابتدا میں لکھے گئے تھے اب
تک مسلمان اسی طرح ان کو لکھتے چلے آتے ہیں۔ اس میں سوائے اس کے
کچھ فرق نہیں آیا کہ پہلے آیتوں کی شکل (∴) تین نقطوں کی تھی اب وہ گول
دائرہ کی صورت کر دی گئی ہے۔

صدر اول میں نقطے بھی نہیں لگائے جاتے تھے نہ اعراب دئے جاتے
تھے۔ اور امت کا تواتر قرأت کافی سمجھا جاتا تھا۔ جب حدود اسلام زیادہ
وسیع ہو گئے تو مزید احتیاط کے لئے حجاج بن یوسف نے نصر بن عاصم
کاتب سے اس قسم کے مصاحف لکھائے جن میں نقطوں اور حرکتوں کا
پورا پورا خیال رکھا گیا۔ اور اُس وقت سے اس کی پابندی ہونے لگی۔

نیز ابتدا میں قرآن خط کوفی میں لکھا جاتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے
اوائل میں ابن مقلہ وزیر نے جب خط نسخ کو درست کیا تو اس میں لکھا
جانے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

شیعہ اور قرآن

فرقہ شیعہ کی ایک جماعت نے جب اُن عقائد کو جو امامت اور ائمہ اہل بیت کے متعلق ان کو تلقین کئے گئے تھے قرآن میں نہ پایا اور نہ اپنے اماموں کے نام کی کوئی سورہ اُن کو ملی تو انھوں نے کہہ دیا کہ قرآن ناقص ہے اور صحابہ نے اس میں سے کچھ اجزاء نکال ڈالے ہیں۔ لیکن جن کو کچھ بھی علم تھا اُنھوں نے تسلیم کیا کہ قرآن مجید ہر قسم کی نقص و زیاتی سے پاک ہے اور کوئی تغیر و تبدل اس میں واقع نہیں ہوا ہے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ بابویہ قمی لکھتے ہیں۔

اعتقادنا فی القرآن انہ کلام اللہ ووحیہ وتنزیلہ وکتابہ وانہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ وانہ لقصص الحق و انہ لقول فصل وما ھو بالھزل وان اللہ تبارک وتعالیٰ محدثہ ومنزلہ وربہ وحافظہ۔ وان القرآن الذی انزلہ اللہ تعالیٰ علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ

ہمارا اعتقاد قرآن پاک کی نسبت یہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام۔ اللہ کی وحی۔ اللہ کی تنزیل اور اللہ کی کتاب ہے۔ یقیناً باطل نہ اس کے آگے سے اس میں شامل ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے اس میں سچی باتیں ہیں اور کھری باتیں ہیں وہ مذاق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کا پیدا کرنے والا۔ اتارنے والا۔ رب اور نگہبان ہے وہ قرآن جس کو اللہ نے اپنے نبی محمد

Presented by www.ziaraat.com

وسلم هو ما بين الدفتين وهو ما في ايدي الناس ليس باكثر من ذالك
(كتاب الاعتقاد قلمی)

صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا وہی ہے جو اب دونوں دفتیوں میں ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ نہیں تھا۔

علامہ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

ان القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو عليه الآن۔ و استدل على ذالك بان القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه في ذالك الزمان حتى عين جماعة من الصحابة في حفظهم له۔ وانه كان يعرض على النبي صلى الله عليه وسلم ويتلى عليه وان جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وابي بن كعب وغيرهما ختموا القرآن

حقیقت یہ ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح مکمل اور مرتب تھا جس طرح کہ اب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ پورا قرآن پڑھتے تھے اور حفظ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جماعت اسی کے حفظ کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اور جو لوگ یاد کرتے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کو دہراتے تھے اور سناتے تھے۔ صحابہ میں سے ایک جماعت مثلاً عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے کئی بار سارا قرآن نبی صلی اللہ

Presented by www.ziaraat.com

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علٰی ختمات وکل ذالک یدل بادنی تامل علی انہ کان مجموعاً ومولفاً غیر مبتور ومبثوث وان من خالف ذالک من الامامیۃ والحشویۃ لا یعتد بخلافہم۔ فان الخلاف مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخباراً ضعیفۃ ظنوا صحتہا۔ لا یرجع بمثلہا عن المعلوم المقطوع صحتہ

(تفسیر مجمع البیان للطبرسی جلد ا صفحہ ۵ مطبوعہ ایران)

علیہ وسلم کو سنایا۔ ان سب باتوں پر تھوڑا سا غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآن مکمل مدون اور مرتب تھا نہ کہ منتشر اور متفرق۔ امامیہ اور حشویہ میں سے جن لوگوں نے اس کے خلاف کہا ہے وہ کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ اختلاف ان چند راویانِ حدیث کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جنھوں نے ضعیف روایتیں نقل کرکے اُن کو صحیح خیال کر لیا ایسی روایتیں ایک قطعی اور یقینی اعتقاد کو زائل نہیں کر سکتیں۔

علامہ محمد بن الحسن الحر العاملی جو فرقہ امامیہ کے مشہور محدث ہیں اُن کا قول ہے

ہر کسیکہ تتبع آثار و تفحص تواریخ و اخبار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت و اعلیٰ درجۂ تواتر بودہ۔ و آلاف صحابہ حفظ و نقل میکردند آنرا۔ و در عہد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجموع و مؤلف بود

(شرح کافی ملا صادق صفحہ ۷۰ جلد ۲ مطبوعہ قسطنطنیہ)

ملا محسن تفسیر صافی میں لکھتے ہیں۔

قد روی جماعۃ من اصحابنا و قوم

ہمارے فرقہ کی ایک جماعت اور عوام

من الحشوية العامة ان في القرآن تغييرا ونقصانا. والصحيح من مذهب اصحابنا خلافه. وبلغت حدالم تبلغه في ما ذكرناه لان القرآن معجزة النبوة وماخذ العلوم الشرعية والاحكام الدينية. وعلماء المسلمين قد بلغوا في حفظه وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شيء اختلف فيه من اعرابه وقرآته وحروفه وآياته فكيف يجوز ان يكون مغيرا او منقوصا مع العناية الصادقة والضبط الشديد

حشویہ نے روایت کی ہے کہ قرآن میں تغیر اور نقصان ہے۔ لیکن صحیح مذہب ہمارے اصحاب کا اس کے خلاف ہے جو اس سے بھی زیادہ ہے جتنا ہم نے بیان کیا۔ کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ ہے علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہے علماء اسلام اس کی حفاظت اور حمایت حد سے زیادہ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے اعراب قرأت حروف اور آیات کے تمام اختلافات کو انھوں نے منضبط کر لیا۔ پھر باوجود اس قدر ضبط شدید اور انتہائی توجہ کے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ قرآن میں تبدیلی یا کمی ہو جاتی۔

سید العلماء مولانا سید حسین لکھتے ہیں۔

وبیانِ امر ثانی یعنی سہولت اثبات تواتر قرآن مجید ومصحف حمید بنا بر طریقۂ اہل حق پس از یں راہ است کہ زمانِ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام امتداد کشیدہ واز سیرت وعمل حضرات در یں مدت متمادیہ بجز تسلیم قرآنیت .... ما بین الدفتین امرے دیگر بظہور نہ پیوستہ۔ بلکہ در کتابت وتلاوت واظہار

Presented by www.ziaraat.com

فضل وکرامت وبیان فضائل ومثوبات سُوَر وآیات ومقام احتجاج
برخصام واستناد بر احکام واحداً بعد واحد مدار کار برین مصاحف بود
وتعویل واعتماد برآں نمودہ اند۔

اس کے بعد پھر لکھتے ہیں۔

ولم یزل الرواة عنهم ونقلة الآثار منهم صلوات الله علیهم کانوا متفقین ومجتمعین علی نقل ذالك۔ وقد تعاضدت کلماتهم وتواترت روایاتهم علی هذا المعنی بحیث لا یشك فیه ولا ریب یعتریه۔ واذا ثبت اعتبار الائمة علیهم السلام علی ذالك واستنادهم ورکونهم الیه فقد زال احتمال الزیادة والالحاق وتوهم الاختلاق وقولهم وتقریرهم وفعلهم حجة بالاتفاق۔

ہمیشہ سے رواۃ اور ناقلین ائمہ صلوات اللہ علیہم سے بالاتفاق اور بالاجتماع اسی قرآن کو نقل کرتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ اور اس امر پر اُن کی اس قدر قوی اور متواتر روایتیں ہیں کہ اُن میں نہ شک ہوسکتا ہے نہ شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اور جب ائمہ علیہم السلام کا اسی قرآن پر اعتبار کرنا اسی کو سند سمجھنا اور اسی پر مدار کار رکھنا ثابت ہوگیا تو اس کے متعلق زیادتی اور الحاق کا احتمال اور جھوٹ کا وہم بالکل زائل ہوگیا۔ اس لئے کہ ائمہ کا قول وفعل اور بیان بالاتفاق حجت ہے۔

(حدیقۂ سلطانیہ مطبوعہ شاہی باب ۶ صفحہ ۸۶-۱۸۵)

ملا صادق نے شرح کلینی میں لکھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الامام الثاني عشر ويشهر به

بارہویں امام کے ظہور کے وقت یہی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر ہوگا اور دنیا میں پھیلے گا

قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں لکھتے ہیں۔

ما نسب الی الشیعة الامامیة بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمهور الامامیة انما قال به شرذمة قلیلة لا اعتداد بهم فیما بینهم

شیعہ امامیہ کی طرف یہ بات جو منسوب کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر واقع ہوگیا ہے جمہور امامیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس کا قائل صرف ایک چھوٹا سا گروہ ہے جو امامیہ میں کسی شمار میں نہیں سمجھا جاتا

مجتہد العصر مولانا سید دلدار علی قرآن کے مکمل ہونے کے دلائل لکھنے کے بعد کہتے ہیں۔

فهذا الذی تلونا علیك من کلام الاصحاب یشهد علی ابین الوجوه ان ما قلنا بتواتر ما بین الدفتین من وقت الرسول صلی اللہ علیه وسلم الی زماننا هذا هو المطابق للحق والصواب

(عماد الاسلام جلد سوم صفحہ ۳۳)

سلف کے یہ اقوال جو ہم نے بیان کئے نہایت بدیہی طور پر اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن جو دونوں دفتیوں میں موجود ہے اس کا تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ثابت ہے بالکل ٹھیک اور حق کے مطابق ہے۔

یہ ان علماء امامیہ کے اقوال ہیں جو اہل تشیع میں مقبول اور مستند ہیں۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

ان اقوال میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے تقیہ سے کہا ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنھوں نے علماء اہل سنت کی تردید میں رسائل لکھے ہیں ان کی نسبت تقیہ کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ اور ابو جعفر قمی کی کتاب الاعتقاد اور ملا محسن کی تفسیر صافی یہ دونوں کتابیں شیعہ کے نصاب درس میں داخل ہیں۔ اس لئے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے عقیدہ کے خلاف اپنے فرقہ کو تعلیم دیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

اختلافات قرأت

اس امر میں مطلق اختلاف نہیں ہے اور نہ اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ قرآن اول سے آخر تک بالکل متواتر ہے عہدِ نبوت سے لے کر آج تک اس کے اس قدر حافظ رہے ہیں کہ اس میں ایک حرکت بلکہ ایک نقطہ کا بھی فرق نہ واقع ہو سکا۔ نیز اس کی وضع اور اس کی ترتیب سب متواتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قرآن کی آیت ہونے پر بہت سی حدیثیں شاہد ہیں لیکن چونکہ وہ متواتر نہیں ہیں اس لئے اس کو آیت نہیں شمار کرتے صرف امام شافعی ایک ایسے شخص ہیں جنھوں نے ان حدیثوں اور تعاملِ امت کے اجتماع سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس میں تواتر معنوی ہے اس لئے انھوں نے بسم اللہ کو بھی قرآن کی آیت کہدیا ہے۔

قرأت قرآن میں جس قدر اختلافات واقع ہوئے ان کے چند وجوہ ہیں جن میں سے ایک بڑی وجہ رسم الخط ہے۔

عرب میں گو خاص خاص لوگ جو ملوک یا صنادید کے پاس بڑے بڑے عہدوں پر ملازم تھے نہایت عمدہ عربی خط لکھتے تھے لیکن عام طور پر اہل عرب لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی زندگی میں لکھنے کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ علاوہ بریں وہ شجاعت اور فیاضی وغیرہ کو انسان کا جوہر اور معیارِ شرافت سمجھتے تھے اور کتابت ان کے نزدیک ایک پیشہ

Presented by www.ziaraat.com

خیال کیا جاتا تھا جو نوکروں اور غلاموں کا شیوہ تھا۔ البتہ وہ شرفا بھی جن کی تجارت کے کاروبار وسیع ہوتے تھے ضرورتاً کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیتے تھے تاکہ اپنا حساب وغیرہ رکھ سکیں۔ لیکن اکثر وہ نہ اچھی طرح قواعدِ کتابت سے واقف ہوتے تھے نہ ان کا خط صاف ہوتا تھا۔

آنحضرتؐ نے جن صحابہ کرام سے قرآن لکھوایا تھا ان میں سے بعض اسی قسم کا معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی کتابت میں کہیں کہیں کلی قانون ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثلاً قال کو ایک جگہ الف سے لکھا ہے تو دوسری جگہ قل بلا الف کے ہے۔ سورۂ نمل میں (لاَاذْبَحَنَّهٗ) کو ایک غیر ضروری الف زیادہ کرکے (لا اذبحنہ) لکھا ہے۔ اسی طرح (بایید) کو (بایید)، (عالیھم) کو (علیھم) وغیرہ وغیرہ علاوہ بریں اس زمانہ میں تحریر میں نقطوں کے لگانے کا دستور نہ تھا اور حرکتیں بھی نہ تھیں۔

حضرت ابوبکر نے جب قرآن کو جمع کرایا تو انھوں نے بھی بعینہٖ اسی طرح اس کو نقل کرالیا جس طرح وہ عہدِ نبوت میں لکھا گیا تھا۔

وجوہ اختلاف

رسم الخط کے متعلق اس قدر لکھنے کے بعد یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اختلاف قرأت کا ایک اہم سبب یہی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں ہم سب کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۱) نقطہ نہ ہونے کی وجہ سے اہل عرب کو تو کوئی دشواری پیش نہیں

Presented by www.ziaraat.com

آئی لیکن اہل عجم نے کہیں کہیں غلطی کھائی۔ مثلاً یعلمون کو تعلمون پڑھ لیا۔

(۲) حرکت نہ ہونے کے سبب سے معروف کو مجہول اور مجہول کو معروف سمجھا بعض مقامات پر دو ہم شکل لفظوں میں امتیاز نہ کیا۔ مثلاً رَوح کو رُوح پڑھا۔

(۳) رسم الخط سے دھوکا کھایا۔ جیسے یَخِلدعون کو یَخدَعُون علیہُم کو علیہِم لمَستُم کو لَمَستُم۔ یَطَّھَّرن کو یَطھُرن پڑھا۔

(۴) جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لب ولہجہ کے اختلاف کی وجہ سے حروف کی کیفیت ادا میں کہیں کہیں اختلافات پڑ گئے تھے۔ کوئی ل۔ ر اور ز۔ ذ میں امتیاز نہیں کرتا تھا۔ کہیں ع کو ق اور ق کو گاف بولتے تھے۔ عہد نبوت میں ہر ایک قبیلہ کو جس طرح وہ قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اور اس معاملہ میں کوئی سختی روا نہیں رکھی گئی تھی۔

صحیح بخاری میں روایت ہے

حضرت عمر مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ہشام بن حکیم جو قبیلۂ بن اسد کے تھے وہاں سورۂ فرقان پڑھنے لگے۔ بعض حروف کو انھوں نے دوسرے طور پر ادا کیا۔ حضرت عمر جنھوں نے اب تک اس قسم کی قرأت نہیں سنی تھی نماز سے فارغ ہو کر اُن کے پاس گئے۔ اور کہا کہ تم قرآن کس طرح پڑھ رہے ہو۔ انھوں نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ حضرت عمر یہ سُن کر

Presented by www.ziaraat.com

اُن کی گردن میں چادر ڈال کر آنحضرتؐ کے پاس اُن کو پکڑ لائے اور کہا کہ یہ قرآن غلط پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سیکھا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا چھوڑ دو۔ اس کے بعد حضرت عمر کو حکم دیا کہ سورۂ فرقان سناؤ۔ اُنھوں نے سنائی فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ پھر ہشام سے کہا کہ تم سناؤ۔ اُنھوں نے بھی سنائی اور اسی طرح وہ حروف ادا کئے جس طرح مسجد میں کئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بھی ٹھیک پڑھی۔ پھر حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "اَلْقُرْآنُ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ" یعنی قرآن سات پہلو سے اُتارا گیا ہے۔ جس پہلو سے آسان معلوم ہو پڑھو۔

یہی وجوہات ہیں جن سے قرأت میں اختلافات واقع ہو گئے تھے۔ مگر الحمدللہ کہ ان اختلافات کا قرآن پر مطلق اثر نہیں پڑا۔ کیونکہ حضرت عثمان نے ائمۂ قرار اور صحابۂ کبار کی موجودگی میں ان کا قلع قمع کر کے تمام امت کو صحیح و ثابت قرأت پر مجتمع کر دیا۔

کتابت قرآن میں اُنھوں نے بھی بلا کسی کمی بیشی کے مصحف اصلی کے رسم الخط کو بحال رکھا۔ لیکن پڑھنے میں سب کو ایک قرأت کا پابند کر دیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھی۔ علامۂ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں۔

گو قرآن کے رسم الخط میں بعض الفاظ خلاف قیاس لکھے گئے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

لیکن ان سے کوئی خرابی واقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُن کا تلفظ سبھی جانتے ہیں۔ اور یہ اہل اسلام کا کمال تحفظ ہے کہ باوجود اس کے کہ ان چند الفاظ کے صحیح کر دینے سے کوئی نقصان نہ تھا لیکن انھوں نے نہیں کیا اور جس طرح صحابہ کا لکھا ہوا پایا اسی طرح آئندہ نسلوں کو پہونچا گئے مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے۔

قرأت کے اختلافات قرآن کے تواتر میں مطلق خلل انداز نہیں ہو سکے کیونکہ ان اختلافات کا مرجع کیفیت ادائے حروف تھا۔

الغرض کسی طرح پر بھی قرآن میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں آنے پایا اور آج تمام دنیا میں اس سرے سے جہاں کہ سورج نکلتا ہے اُس سرے تک جہاں کہ وہ غروب ہوتا ہے ایک ہی قرآن بلا کسی فرق کے متداول مقبول اور معمول بہ ہے۔

تدوین فن قرأت

حروف کے مخارج اور کیفیت ادا میں جو اختلافات پائے گئے بعض لوگوں نے اُن کو منضبط کرنا شروع کیا۔ ہر ہر اختلاف کو بسلسلۂ اسناد روایت کرتے تھے۔ اس طرح پر اُنھوں نے جزی سے جزی اختلافات نقطوں اور حرکتوں تک کے جمع کر لئے۔ مقصد یہ تھا کہ کل اختلافات بطور یادداشت کے تحریر میں آجائیں تاکہ پھر کوئی اختلاف نہ پیدا کر سکے اور قرآن بالکل محفوظ رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن بعض جاہل اور خود غرض لوگوں نے اس میں جھوٹی روایتیں گھڑ کر شامل کرنی شروع کیں جن کے مختلف وجوہات ہوتے تھے۔

(۱) کبھی محض اپنی وسعت معلومات کا اظہار جیسے یعقوب عطار یا ابن شنبوذ بغدادی تھے کہ عجیب وغریب قرأتیں روایت کرکے لوگوں کے دلوں پر اپنے علم کا سکہ جمانا چاہتے تھے۔ اور اپنے آپ کو پیشوا بنانے کی تدبیر کرتے تھے لیکن قرآن کی حفاظت کے لئے ہر زمانہ میں تائید الٰہی کے شہاب ثاقب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں یہ بدبخت بجائے کسی نفع پانے کے الٹا نقصان اٹھاتے تھے چنانچہ یعقوب کو خود خلیفہ وقت نے اور ابن شنبوذ کو ابن مقلہ وزیر نے کوڑوں سے خوب پٹوایا تب ان دونوں نے اپنے کذب کا اقرار کیا اور آئندہ کے لئے اپنی اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کی۔

(۲) کبھی بعض لوگ اپنے عقیدہ کی حمایت کے لئے اس قسم کی روائتیں گھڑتے تھے۔ مثلاً اس آیت میں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ط — اے رسول جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیری پاس اتارا گیا ہے اسے لوگوں کو پہنچا دے

(فی علی) کا اضافہ کیا یعنی جو کچھ علیؓ کے بارہ میں اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دے یہ روایت محض شیعیت کی حمایت کے لئے تراشی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے سلسلہ اسناد میں شیعہ ہیں۔

(۳) کبھی راوی کو غلط فہمی ہو جاتی تھی۔ وہ اپنے استاد سے قرآن کی

Presented by www.ziaraat.com

آیت سنتا تھا۔ استاد کسی لفظ کی تفسیر بھی کر دیتا تھا راوی بوجہ حافظہ نہ ہونے کے اس کو آیت کا جزو سمجھکر روایت کرتا تھا۔

الغرض انھیں وجوہات سے اختلافاتِ قرأت کی روائتیں زیادہ بڑھ گئیں۔ یہ دیکھکر ائمہ امت مستعد ہوئے اور انھوں نے صحیح و ضعیف مدرج اور موضوع ہر قسم کی روایتوں کو چھانٹ کر الگ الگ کر دیا۔ اور اس کے اصول اور ضوابط مقرر کر کے اس کو ایک فن بنا دیا جس میں آج بھی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ اور اُن میں جزی سے جزی اختلافات نقطوں اور حرکتوں تک کے مسلسل بالاسناد منضبط ہیں۔

اختلافات قرأت کے متعلق مزید تفصیل غیر ضروری ہے۔ کیونکہ جس عمدہ اور مناسب وقت پر ان کا استیصال ہونا چاہئے تھا الحمدللہ کہ ویسے ہی وقت پر ہو گیا۔ اور حضرت عثمان نے صدر اول ہی میں باجماع صحابہ ساری امت کو ایک قرأت پر قائم کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

تجوید قرأت

تجوید کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی تلاوت میں حروف اپنے اصلی مخارج سے صحت اور خوبی کے ساتھ نکالے جائیں۔ آنحضرتؐ اس کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود کی تجوید کے مطابق پڑھو۔ کیونکہ وہ حروف کو نہایت عمدگی کے ساتھ ان کے مخارج سے نکالتے تھے۔ اور ترتیل کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؁ قرآن کو ٹھیر ٹھیر کے پڑھا کرو

صحابہ اور تابعین تک قرآن سادگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھا جاتا تھا۔ اور اسی کو تجوید کہتے تھے۔ لیکن زمانۂ مابعد میں اس کی نئی نئی صورتیں نکالی گئیں۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ عربی کا یہ شعر بہت گایا جاتا تھا۔

اَمَّا الْقَطَاۃُ فَاِنِّیْ سَوْفَ اَنْعَتُھَا نَعْتًا یُوَافِقُ عِنْدِیْ بَعْضَ مَافِیْھَا

اسی کے لے پر ایک شخص نے اس آیت کو گانا شروع کیا۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ ؁

عوام نے اس کو پسند کیا۔ پھر اور بھی اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ تجوید نے بالکل غنا کی شکل اختیار کرلی۔ اور اس کے مختلف لہجے قرار پائے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱) ترعید۔ ہر ایک حرف اور لفظ نکالتے وقت لرزہ کا اظہار کرنا۔ جیسے کوئی خوف یا سردی سے کانپ رہا ہو۔

(۲) ترقیص۔ سکون کی جگہ بظاہر سکون کا اظہار کرتے ہوئے جھٹکے سے آگے بڑھ جانا۔ جیسے معلوم ہو کہ کوئی چیز ناچتی ہوئی نکل گئی۔

(۳) تطریب۔ ترنم اور نغمہ کے ساتھ پڑھنا۔ جہاں مدنہ ہو وہاں بھی کھینچنا اور جہاں ہو وہاں اور بڑھا دینا۔

(۴) تحزین۔ اس طرح پڑھنا جس سے رنج ظاہر ہو۔ اور معلوم ہو کہ پڑھنے والا اب روتا ہے۔ اس سے زیادہ تر خشوع اور خضوع کا اظہار مقصود ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ کئی آدمی مل کر ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور آواز کو برابر رکھنے کے لئے الفاظ کو کاٹ دیتے ہیں۔ شلاً افلا یعلمون کو افل یعلمون۔ امنوا کو امن کہہ دیتے ہیں۔

لیکن یہ تمام صورتیں تجوید القرآن کی بہ نسبت تحریف القرآن کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اصلی تجوید صرف یہ ہے کہ قرآن ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھا جائے اور حروف صحت کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اعجاز قرآن

معجزہ اس خلاف معمول امر کو کہتے ہیں جو بارادۂ الٰہی نبی کے توسط سے صادر ہو اور کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔

(۱) حسّی۔ یعنی وہ جو اُن آنکھوں سے نظر آئے جو سر میں اللہ تعالےٰ نے لگائی ہیں۔ جیسے عصائے موسیٰ۔ ید بیضا۔ ناقۂ صالح۔ یا اندھوں اور اپاہجوں کو اچھا کر دینا وغیرہ۔

(۲) عقلی۔ جو چشم بصیرت سے نظر آئے۔ جیسے اعجاز قرآن۔

بنی اسرائیل میں چونکہ نازک خیالی اور باریک اور لطیف معانی کا ذوق نہ تھا۔ اس لئے انبیاء بنی اسرائیل کو جو معجزے دئے گئے وہ زیادہ تر حسّی تھے۔ لیکن وہ قوم جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے فصاحت اور بلاغت کی دل دادہ اور فطین و ذکی تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ کو سب سے بڑا معجزہ جو عطا ہوا یعنی قرآن وہ عقلی ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کو وہی معجزے دئے گئے جو اس کی قوم اور امت کے مناسب حال تھے۔ اور مجھ پر جو وحی اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے وہی معجزہ ہے۔

انبیاء سابقین کے معجزے چونکہ حسّی تھے اس لئے وہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے لیکن قرآن کا اعجاز جب تک کہ وہ موجود ہے یعنی قیامت

Presented by www.ziaraat.com

تک مستمر رہے گا۔

دلائل اعجاز

قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر ہم صرف سات کھلی ہوئی دلیلیں جن سے ایک غیر متعصب اور حق جو شخص کی تسلی ہو سکتی ہے لکھتے ہیں۔

(۱) تحدّی

قرآن کے معجزہ ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس نے خود صاف صاف لفظوں میں اُن کفار سے جو اُسی ملک کے رہنے والے اور اُسی زبان کے بولنے والے تھے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور جن کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر بڑا ناز تھا اور آج تک بھی دنیا ان کی زبان آوری کو تسلیم کرتی ہے بار بار تقاضا کیا کہ قرآن کے مثل یہ کوئی سورہ بنا لائیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا	ہم نے جو کلام اپنے بندے محمدؐ پر اتارا ہے
عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ	اگر اس میں تم کو کچھ شبہ ہے تو تم اس جیسی
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	کوئی سورہ بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ	چاہو اپنی مدد کے لئے بلا لو اگر سچے ہو اور
تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ	جو ایسا نہ کر سکو۔ اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر
الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج	اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور
۲ / ۲۱-۲۲	پتھر ہیں۔

یہاں تک کہہ دیا کہ ایک سورہ نہیں اگر تم سچے ہو تو ایک بات ہی قرآن کے انداز کی لکھ کر لاؤ۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾ اگر وہ سچے ہیں تو اس کے مثل ایک بات ہی بنا لائیں۔

دوسری آیت میں صاف صاف اعلان کر دیا۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿۸۸﴾ کہدے کہ اگر سارے آدمی اور جن مجتمع ہو کر بھی اس قرآن جیسا بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ گو وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔

آخر اہل عرب با وجود اپنی کمال طلاقت لسانی اور اسلام اور قرآن کی دشمنی کے بھی ایسا کرنے سے عاجز رہے۔ اور قرآن کا دعویٰ سچا تھا سچ ہو کے رہا۔ چنانچہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ان مخاطبین میں سے کسی کی ہمت تک نہ پڑی کہ اس کے مقابلہ کی کوشش بھی کرتا۔

جاحظ جو علوم ادبیہ کا امام ہے لکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم میں مبعوث ہوئے جو نہایت زبردست شاعر۔ فصاحت و بلاغت کی شیدائی اور اپنی طلاقت پر نازاں تھی۔ آنحضرتؐ نے ان کو توحید کی طرف بلایا۔ رات دن اور شام صبح ان کو قرآن سناتے اور اتمام حجت کرتے رہتے تھے۔ اس پر بھی جب

Presented by www.ziaraat.com

انھوں نے نہ مانا تو کہا گیا کہ اگر تم کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہے تو کوئی سورہ یا کوئی آیت ہی اس قسم کی بنا لاؤ۔ مگر وہ عاجز رہے۔

وہ دشمنی سے قرآن کو کہتے تھے کہ اگلوں کا افسانہ ہے۔ کبھی جادو کہتے تھے کبھی شعر قرار دیتے تھے۔ لڑائیوں میں ان کی بیٹیاں اور بیویاں گرفتار ہوتی تھیں۔ وہ خود مارے اور پکڑے جاتے تھے۔ یہ سب ذلتیں گوارا کرتے تھے لیکن قرآن کے معارضہ میں کوئی کلام پیش کر کے اس کے دعوے کو جھوٹا نہیں کر سکتے تھے۔ حالانکہ اس وقت ان میں بڑے بڑے شعراء اور خطباء موجود تھے جن کی فصاحت و بلاغت مشہور اور مسلم تھی۔

اس سے اس امر میں مطلق شبہ نہیں رہتا کہ قرآن معجزہ ہے اور انسانی طاقت سے بالا تر ہے۔

(۲) اِخبار بالغیب

قرآن اس لئے بھی معجزہ ہے کہ اس میں غیب کی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا علم انسانی قدرت سے باہر ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ — یہ غیب کی خبر ہے جس کو بذریعہ وحی کے ہم تیرے پاس بھیجتے ہیں۔ اے محمدؐ نہ اس سے

وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ط ۱۱/۵ پہلے تو اس کو جانتا تھا نہ تیری قوم جانتی تھی اس آیت کا اعلان کیا گیا۔ کیا قوم میں سے کوئی انکار کے لئے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں اس کو جانتا تھا!

اسی طرح حضرت یوسف اور حضرت مریم کے حالات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جن سے تم واقف نہ تھے۔ ہم بذریعہ وحی کے ان کو بتلاتے ہیں۔ اور تمام ملک کے سامنے یہ آیتیں سنائی گئیں۔ کسی نے ان پر کچھ چون وچرا کی؟

پھر یہ قصے ایسی اصلیت اور واقعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ پہلی آسمانی کتابوں سے مطابق اور ان سے بدرجہا عمدگی کے ساتھ ادا ہوئے ہیں۔ بلکہ گزشتہ کتب میں جو تحریفات واقع ہوگئی تھیں ان کی اصلاح بھی کردی گئی۔

مدینہ میں منافقین کی ایک جماعت تھی جو درپردہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمن تھی۔ وہ جو مخفی منصوبے اسلام کے خلاف باندھتی تھی یا چھپ چھپ کر مشورے اور سازو باز کرتی تھی قرآن کی آیتیں ان کو طشت ازبام کردیتی تھی اور منافقین کا پردہ فاش ہوجاتا تھا اور وہ آیتیں ایسی سچی ثابت ہوتی تھیں کہ وہ انکار کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔

اس کے علاوہ قرآن نے پیغمبر اور مسلمانوں سے آئندہ زمانہ کے لئے سیکڑوں وعدے کئے اور وہ سب کے سب پورے ہوئے۔ مثلاً

Presented by www.ziaraat.com

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۸/۲۷﴾
تم لوگ انشاء اللہ چین سے مسجد حرم میں داخل ہو گے۔

جس وقت یہ وعدہ ہوا تھا کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمان قریش پر غلبہ پا جائیں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے لیکن بہت جلد یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ اور مکہ میں امن کے ساتھ مسلمان داخل ہوئے۔ کوئی خونریزی بھی نہ ہوئی۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ﴿۲۴/۵۵﴾
تم میں سے جو مومن نکوکار ہیں اُن سے اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ضرور انھیں دنیا میں خلافت دے گا جیسے ان لوگوں کو خلافت دی جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اسی قوی کرے گا اور ان پر جو خوف چھایا ہوا ہے اس کو امن سے بدل دے گا۔

ایک مٹھی بھر مسلمانوں کی جماعت اور اُن سے اتنا بڑا وعدہ۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ تاریخ اٹھا کر پڑھو۔ خود آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں سارا عرب اسلامی حکومت میں آگیا۔ اور اُس کے بعد خلفاءِ راشدین کے عہد میں شام مصر افریقہ۔ ایران اور خراساں وغیرہ سب اسلامی علم کے نیچے آگئے۔ اور دین حق کی سطوت تمام عالم میں قائم ہو گئی۔ اور خوف کے بجائے

Presented by www.ziaraat.com

امن نصیب ہوا۔

خود قرآن کے متعلق ارشاد ہوا کہ ہمیں نے اس کو اتارا ہے اور ہمیں اس کے نگہبان ہیں۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهِ ۚ ۶/۱۱۵ — اور صدق اور عدل کی رو سے تیرے رب کے کلمات پورے ہیں کوئی ان کا بدلنے والا نہیں ہے

باوجود ملاحدہ اور قرامطہ کی کثرت، سطوت اور کوشش کے اس میں ایک حرف کی بھی تبدیلی نہ ہو سکی۔

آنحضرتؐ سے وعدہ فرمایا۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۱۵/۹۵ — ہم تیری طرف سے ٹھٹھا بازوں کے لئے کافی ہیں

مکہ میں ایک جماعت تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتی تھی اور آپ کے اوپر بیہودہ آوازے کستی تھی۔ جس سے آپ کو رنج ہوتا تھا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی آپ نے اپنے اصحاب کو خوش خبری سنائی کہ اب اللہ نے ان شریروں کی اذیت سے مجھے بچا دیا۔ چنانچہ وہ سب کے سب مختلف قسم کی بلاؤں اور تکلیفوں سے ہلاک ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی فرما دیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ ۵/۶۷ — اور اللہ تجھکو آدمیوں سے محفوظ رکھے گا۔

باوجود اس کے کہ بہت سے جانی دشمن آپ کے ہلاک کرنے کے ارادہ سے کئی بار آئے لیکن کچھ نہ کر سکے بعض نے موقعہ بھی پایا۔ تلوار بھی کھینچ لی لیکن

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھ نہ چل سکا۔

ان وعدوں کے علاوہ بہت سی پیشین گوئیاں بھی قرآن میں کی گئیں جو پوری ہوئیں۔ مثلاً

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ ٤٨/١٦

ان لوگوں سے کہو کہ عنقریب تم ایک جنگ آور قوم سے لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے اور اُن سے لڑو گے یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں

حدیبیہ کے سفر میں جو مسلمان بدو شریک نہیں ہوئے تھے اور اپنے پیچھے رہ جانے کی معذرت میں بہانے تراشتے تھے ان کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ تم لوگ ایک سخت جنگ آور قوم سے لڑنے کے لئے عنقریب بلائے جاؤ گے اور اُن سے یہاں تک تم کو لڑنا ہو گا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اس وقت تمہارا امتحان ہو جائے گا۔ اگر لڑے تو اجر ملے گا۔ اور اگر اسی طرح پیچھے رہ گئے تو اللہ کا بڑا عذاب تم پر نازل ہو گا۔

یہ لڑائی فتنۂ ارتداد میں آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہی پیش آئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے ان اعراب کو اس کے لئے بلایا۔ چنانچہ وہ لڑے اور مسیلمہ کذاب کی قوم مسلمان ہوئی۔ دوسری پیشین گوئی ہے۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ ٣٠/٢-٣

رومی قریب ترین سرزمین میں مغلوب ہو گئے لیکن اپنے مغلوب ہونے کے چند سال بعد وہ غالب آ جائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

ایرانی مجوسی اور مشرک تھے اور رومی اہل کتاب۔ ان دونوں سلطنتوں میں باہم دائمی نزاع چلی آتی تھی۔ اور ان کے جولانگاہ عراق اور شام کے میدان تھے۔ کبھی رومی غالب آجاتے تھے اور ایرانیوں کو دجلہ اور فرات کے کناروں تک دھکیل دیتے تھے۔ اور کبھی ایرانی چیرہ دست ہو کر ان کو بحر روم کے سواحل تک بھگا دیتے تھے۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایرانیوں نے رومیوں پر بہت بڑی فتح پائی۔ بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور ۶۱۶ء میں مصر پر چڑھائی کی اور اسکندریہ لے لیا۔ یہ خبریں جب مکہ میں پہونچیں تو کفار نے بوجہ اس کے کہ ایک مشرک قوم کو اہل کتاب پر غلبہ حاصل ہوا تھا مسلمانوں کے مقابلہ میں شادیانے بجانے شروع کئے۔ اس کے بارے میں قرآن میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابوبکر نے اس آیت کا جس وقت اعلان کیا تو قریش کے ایک سردار اُبی بن خلف نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ اب رومی فتح یاب ہوں میں اس پر دس دس اونٹ کی شرط لگاتا ہوں۔ حضرت ابوبکر کو چونکہ یقین کامل تھا کہ وحی الٰہی کبھی غلط ہو نہیں سکتی اس لئے انھوں نے اس کی شرط کو منظور کر لیا۔ اور تین سال کی مدت مقرر کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر اس کو بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آیت میں بضع (چند) کا لفظ ہے جو تین سے نو تک بولا جاتا ہے لہذا مدت کو بڑھا دو۔ حضرت ابوبکر نے ابن خلف سے نو سال کی مدت مقرر کی۔ اس نے قبول کر لیا اور

Presented by www.ziaraat.com

اونٹوں کی تعداد بھی سو تک بڑھا دی۔

اِدھر شکست کھانے کے ساتویں سال ۶۲۳ء میں قیصر روم ہرقل خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور سامان جنگ تیار کرکے ایرانیوں پر حملہ کیا۔ اور وہ سارا علاقہ اُن سے چھین لیا جو اُنھوں نے لیا تھا۔ اس فتح کی خبر مارچ ۶۲۴ء میں مسلمانوں کو اس وقت ملی جب وہ بدر کی فتح حاصل کرکے واپس ہو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ابن خلف کے وارثوں سے شرط کے اونٹ لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو خیرات کردو۔

یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا اس قسم کی قطعی پیشین گوئی کسی انسان کے بس کی بات ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دشمن بھی عقل و فہم میں ممتاز مانتے ہیں۔ کیا آپ اُن دشمنوں کے سامنے جو ہر وقت آپ کی لغزش کی تاک میں لگے ہوئے تھے اس قسم کی غیر ضروری اور غیر متعلق پیشین گوئی اپنی رائے سے کرسکتے تھے جو خلاف نکلتی تو اُن کو تکذیب کی سند اور انکار کی دلیل ہاتھ آجاتی۔

یہود کے متعلق قرآن نے کہدیا تھا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا	بجز اللہ کی حمایت یا آدمیوں کی پناہ کے وہ
إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ	جہاں رہیں گے ان پر ذلت چھائی ہوئی
وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ	رہیگی۔ وہ اللہ کے غضب میں ہیں اور مسکنی
عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۳/۱۰۸	ان پر مسلط کردی گئی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس زمانہ سے آج تک کہیں چپہ بھر زمین کی حکومت یا قومی عزت اُن کو نصیب ہوئی؟ یہود اپنے آپ کو اللہ کا پیارا اور اس کی اولاد سمجھتے تھے اور جنت کو صرف اپنا حصہ جانتے تھے۔ اُن سے کہا گیا۔

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ	کہدو کہ جو اللہ کے نزدیک دار آخرت صرف
عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ	تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں ہے
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ	تو تم اپنی موت کی خواہش کرو اگر سچے ہو لیکن
وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا	وہ ہرگز موت کی خواہش نہیں کریں گے

اس آیت کا اعلان کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی علانیہ فرما دیا تھا کہ موت کی آرزو اُن میں سے کسی کی زبان پر آئی نہیں کہ اس کی جان نکلی نہیں۔ اب یہود کے لئے بہت آسان تھا کہ وہ زبان سے اپنے مرنے کی آرزو کر کے رسول اور قرآن دونوں کو جن کی تکذیب کے درپے تھے جھٹلا دیتے۔ لیکن نہیں کر سکے۔ اور قرآن سچ ہو کے رہا۔

(۳) فصاحت و بلاغت

معانی و بیان کا امام سکاکی مفتاح العلوم میں لکھتا ہے

قرآن کا اعجاز ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے جو طبیعت کو محسوس ہوتی ہے لیکن زبان سے بیان نہیں ہو سکتی جس طرح ذائقہ کو زبان دریافت کر لیتی ہے یا اچھی آواز کا لطف کانوں کو محسوس ہوتا ہے لیکن ان کا اظہار کرنا ناممکن ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں۔

بعض بعض شعراء ایک قصیدہ لکھتے ہیں اور سال سال دو دو سال تک اس میں اصلاح اور ترمیم کرتے رہتے ہیں پھر بھی اس کی ایک لفظ کی جگہ آسانی سے دوسرا لفظ رکھا جا سکتا ہے مگر قرآن کی عبارت ایسی ہے کہ جو لفظ جہاں ہے اگر وہاں سے اس کو اٹھالو تو ساری عربی زبان میں بھی تلاش کر کے کوئی ایسا لفظ نہیں لا سکتے جو اس جگہ پہ ویسا ہی موزوں ہو جیسا کہ وہ لفظ تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت عرب میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور ہمیشہ وہیں رہے اس لئے آپ کے کلام کا انداز وہی تھا جو بالعموم شرفاء عرب کا تھا جیسا کہ حدیثوں سے ظاہر ہے۔ کیونکہ ان میں بیشتر الفاظ وہی ہیں جو آپ کی زبان سے نکلے تھے۔

لیکن قرآن کا اسلوب عجیب و غریب ہے جو اس ملک کے طرز بیان سے بالکل جدا اور انوکھا ہے۔ اس کی ترکیب کی نزاکت۔ کلمات کی لطافت ور فصاحت و بلاغت فطرت عرب سے کہیں بالاتر ہے۔ چنانچہ قریش نے جب اس کو سُنا تو حیرت میں پڑ گئے۔ کسی نے اس کو کاہنوں کا قول کہا۔ سی نے جادو بتایا۔ کسی نے شعر کا لقب دیا۔

ولید بن مغیرہ سردار قریش نے جب اس کی آیتیں سنیں تو بے ساختہ ہہ اٹھا کہ اس کلام میں عجیب حلاوت اور لطافت ہے۔ یہ انسان کا

Presented by www.ziaraat.com

قول نہیں ہے۔ اس کے بھتیجے ابوجہل نے قرآن کی طرف اس کے رجحان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو شاعری ہے ولید نے کہا کہ کیا ہم نے شعر سُنے نہیں ہیں۔ کجا یہ کلام اور کجا شعر۔

عتبہ جو قریش کا رئیس اعظم تھا جب اپنی قوم کی طرف سے آنحضرتؐ سے گفتگو کرنے کے لئے آیا تو سرورِ انبیاءؐ نے اس کو سورۂ حٰم سجدہ سنائی وہ حیرت زدہ ہو کر کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا سنتا رہا۔ اُس کے بعد اپنے گھر میں چلا گیا۔ جب لوگ اُس کے پاس گئے تو اُس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ایسا عجیب و غریب کلام سنایا جس کو میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ میں حیران رہ گیا اور اُن کو کچھ جواب نہ دے سکا اسی کے ساتھ یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی زبان آور ہو ایک بات کو کئی بار اور کئی طرح سے خوش اسلوبی کے ساتھ نہیں بیان کر سکتا۔ لیکن قرآن میں بہت سے قصے انبیاء کے ہیں جن کو کئی نوعیتوں سے اللہ تعالےٰ نے بیان کیا ہے اور ہر ہر نوعیت کی شانِ بلاغت بے مثل ہے۔

اس کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اظہار کے لئے ادبی مضامین ہوا کرتے ہیں۔ کوئی شاعر یا ادیب دینی اور مذہبی تعلیم میں اپنا ہنر دکھانے سے قاصر ہے۔ یہ بھی قرآن کی خاص خصوصیت ہے کہ تمامتر دینی تعلیم اور فصاحت و بلاغت میں لاجواب۔

Presented by www.ziaraat.com

(۴) جاذبیہ اثر

قرآن کا یہ امتیاز تمام آسمانی کتابوں سے نمایاں ہے کہ اس کا ایک ایسا لطیف اور پاک اثر روح پر پڑتا ہے کہ دل رقت سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ بہت سے اہل عرب اور ان کے رؤسار جو اسلام کے سخت دشمن تھے قرآن کو سُن کر ایسے متاثر ہوئے کہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے۔ وہ پہلے اسلام کے سخت دشمن تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن تلوار لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے چلے۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ اُن کی بہن مسلمان ہو گئی ہیں۔ اس لئے پہلے انھیں کے گھر میں چلے گئے۔ وہاں قرآن کے چند ورقے ان کو ملے۔ ان کو پڑھنے کے ساتھ دل پر ایسا اثر ہوا کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کر اسلام لائے۔

حضرت جبیر بن معطم نے جو رؤسار قریش میں سے تھے اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۂ والطور پڑھ رہے تھے۔ میں ادھر سے گذرا۔ اور سننے لگا۔ جب آپ اس آیت پر پہونچے

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ ۵۲/۳۵ — کیا وہ بدون کسی خالق کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود ہی خالق ہیں۔

تو میرا دل ہل گیا۔ اور مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ آخر میں جا کر

Presented by www.ziaraat.com

مسلمان ہو گیا۔

نجاشی نے اپنے یہاں کے علماء کی ایک جماعت آنحضرت کی خدمت میں بھیجی تھی جب ان لوگوں نے قرآن کی آیتیں سنیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کا ذکر خود قرآن میں ہے

وَإِذَا سَمِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ — جب وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر اترتا ہے
تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا — تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں
عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ ۵/۸۶ — اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔

علماء اہل کتاب جو اسلام لاتے تھے ان کو قرآن کے ساتھ اور بھی عشق ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں فرمایا۔

مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ — اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو
ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ — رات کو کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں
۳/۱۰۹ — اور سجدے کرتے ہیں۔

یہ قرآن ہی کا اثر تھا کہ عرب جیسی جاہل اور وحشی قوم کو اعلیٰ انسانی صفات کے لحاظ سے اس نے ایسے بلند مرتبہ پہ پہونچایا کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ قرآن ہی کا اثر تھا کہ اس نے ان میں ایسی بزرگی اور اخلاقی عظمت پیدا کر دی کہ فارس اور روم کی زبردست سلطنتیں جن کی سطوت اور شوکت سے دنیا لرزتی تھی ان کی ایک ٹکر میں پاش پاش ہو گئیں۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ قرآن ہی کا اثر تھا کہ اسلام جس میں تصریح کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۚ ﴿۲۵۶:۲﴾ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی روا نہیں ہے۔ بہت قلیل عرصہ میں دنیا کی قوموں میں پھیل گیا۔ اور تمام مذاہب و ملل پر غالب آگیا۔

(۵) عدم اختلاف معنوی:۔ باوجود اس کے کہ قرآن ہر قسم کے علوم دینیہ اور اصول روحانیہ کا مجموعہ اور مخزن ہے لیکن کہیں اس کی تعلیمات میں تناقض اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔

انسان کا کلام اختلاف سے خالی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے احوال اور اغراض بدلا کرتے ہیں۔ کبھی اس کا میلان کسی شے کی طرف ہوتا ہے اور کبھی کسی شے کی طرف۔ لہذا اس کے خیالات میں بھی اختلافات ہو جاتے ہیں۔ پھر سوچو کہ ایسی حالت میں جب کہ ایک انسان تیئس سال تک جو نزول قرآن کی مدت ہے ایک ہی غرض کے مطابق کلام کرے اور اس کے بیان کا ایک ہی انداز اور ایک ہی اسلوب ہو۔ اور باوجود اس کے کہ کثرت سے اس پر مختلف احوال اور اغراض طاری ہوتے رہیں پھر بھی اس کے کلام میں اختلاف نہ واقع ہو تو یہ یقیناً اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خود اس کا یا کسی غیر آدمی کا کلام نہیں ہے بلکہ وحی آسمانی ہے۔

قرآن میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر وہ اللہ

Presented by www.ziaraat.com

مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۴ - ۸۲﴾ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے

(۶) سہولت حفظ

یہ خصوصیت بھی قرآن ہی کو حاصل ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ ایمان اور تزکیۂ قلب کے حقائق و معارف۔ اور عبادات واخلاق وآداب معاشرت کے اصول۔ اور تمدن اور جہانبانی کے قواعد وضوابط۔ نیز ہر قسم کی انفرادی اور اجتماعی تعلیمات اور شخصی اور قومی عروج وزوال کے اسباب پر حاوی اور محیط ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے نصیحت لینا۔ اس کا سمجھنا۔ اور یاد رکھنا نہایت آسان کر دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۴ - ۱۷﴾ ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟

چنانچہ عرب جیسی اَن پڑھ قوم نے اس کو آسانی سے سمجھ لیا اور اس پر عمل کر کے مقبول ہو گئے اور آج بھی اگر عامی سے عامی اور جاہل سے جاہل کو اس کے مضامین سمجھائے جاتے ہیں تو وہ بے تکلف سمجھ لیتا ہے۔

یاد رکھنے کی تو یہ کیفیت ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس کو ازبر کر لیتے ہیں۔

(۷) احتواء علوم

قرآن میں علوم الٰہیہ۔ اصولِ دین اور حکمت و دانائی کی باتیں اس قدر

ہیں کہ کسی آسمانی کتاب میں ان کا عُشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ حالانکہ اس کا حجم کم اور نسبتاً مختصر ہے۔

کوئی ایسی تعلیم جو انسان کی روحانیت کے لئے مفید ہو اور دنیا کی کسی کتاب سے نکالی جاسکتی ہو یہ ناممکن ہے کہ وہ قرآن میں نہ ہو۔ مشہور مورخ گبن لکھتا ہے۔

قرآن کو مسلمانوں کا ایک عام مذہبی۔ تمدنی۔ ملکی۔ تجارتی۔ قومی۔ دیوانی اور فوجداری وغیرہ کا ضابطہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ ہر ایک امر پر حاوی ہے مذہبی عبادات سے لے کر رات دن کے کاروبار روحانی نجات سے لے کر صحت جسمانی۔ جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق افراد۔ اخلاق سے لے کر جرائم اور دنیاوی سزا سے لے کر دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے تمام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ اسی سبب سے قرآن اور بائبل دو مختلف چیزیں ہیں۔ کیونکہ کومب کہتا ہے کہ بائبل میں دینیات کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں قصص ہیں جن سے عبادت اور پرہیزگاری کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ نہ قرآن اناجیل سے ملتا ہے کہ اس کو ہم صرف مذہبی رایوں اور افعال کی اصلاح ہی کا معیار قرار دیں۔ بلکہ بخلاف اس کے قرآن میں سیاسی اصول بھی موجود ہیں۔ انھیں اصول پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ انھیں سے ملکی

قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی ومالی کے فیصلے ہوتے ہیں۔

جب سے قرآن نازل ہوا ہے اسلام کے بڑے بڑے حکمار۔ علمار اور اُدبار اسی کے عمیق بحرِ معانی میں غوطے کھاتے ہیں۔ ان لوگوں نے ہزارہا تفسیریں لکھیں اور اس کے سینکڑوں عنوان مثلاً احکام القرآن۔ اعجاز القرآن۔ حجج القرآن اور قصص القرآن وغیرہ الگ الگ قائم کر کے ان پر جداگانہ تصانیف کے انبار لگا دئے۔ پھر بھی نئی نئی تصنیفوں کی ضرورت دن بدن نکلتی چلی آتی ہے۔ اور قرآن کی علمی شعاع روزانہ نئی آب و تاب سے پرتو فگن ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ ۳۱/۲۶

اگر روئے زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہو جائے پھر اس کے بعد سات سمندر اور جب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

ان سب کے ساتھ اس کو بھی ملاؤ کہ یہ کتاب اس شخص نے پیش کی جو ناخواندہ تھا۔ نہ اُس کے ملک میں کوئی مدرسہ تھا۔ نہ اُس کی زبان میں کوئی کتاب تھی۔ نہ اُس کی قوم میں کوئی تعلیم یافتہ تھا۔ کیا اب بھی تم کو شک ہے کہ یہ معجزہ اور کلام الٰہی نہیں ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

حروفِ مقطعات

قرآن کی بعض بعض سورتوں کے شروع میں جو حروف مفرد لکھے ہیں جیسے الم۔ حم۔ طس وغیرہ یہ مقطعات کہے جاتے ہیں۔ یہ ایسے مرموز حروف ہیں جن کے معانی امت کو نہیں بتائے گئے۔

بعض ناواقف یہ کہتے ہیں کہ یہ مبہم حروف قرآن کی فصاحت و بلاغت میں خلل انداز ہیں لیکن یہ سوچنے کی بات ہے کہ کفار عرب جو قرآن کے ایک ایک لفظ کو نہایت گہری نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اگر ان حروف سے اس کی فصاحت و بلاغت میں نقص واقع ہوتا تو سب سے پہلے وہ اعتراض کرتے۔ مگر انھوں نے سنا اور کبھی ان پر اعتراض نہیں کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربی اندازِ گفتگو کے لحاظ سے یہ حروف اُن کے نزدیک غیر اجنبی اور اعجازِ قرآن میں غیر مخل تھے۔

مسلمانوں میں سے بہت سے لوگوں نے ان حروف کے معانی بیان کرنے میں اپنی اپنی جودت اور ذہانت دکھانے کی کوشش کی ہے۔

کوئی اس کی توجیہ یہ بیان کرتا ہے کہ اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے قصیدوں کے نام ان کے ابتدا کے حروف یا الفاظ سے رکھ لیتے تھے۔ اسی طرح ان حروف مقطعات کے ساتھ سورتوں کے نام رکھے گئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

کسی نے لکھا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کی طرف اشارہ ہے۔
کوئی کہتا ہے کہ یہ مخاطبین کو متوجہ کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔
بعضوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ قرأت کے شروع میں لہجہ کو درست کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔
شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں۔
حروف مقطعات ان فرشتوں کے نام ہیں جو شعبہائے ایمان پر موکل ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔
الایمان بضع وسبعون شعبة ایمان کے چند اور ستر شعبے ہیں۔
چند کا اطلاق تین سے ۹ تک ہوتا ہے۔ لہذا شعبہائے ایمانی زیادہ سے زیادہ ۷۹ ہوں گے، حروف مقطعات جس قدر قرآن میں واقع ہوئے ہیں ان سب کو جو ہم شمار کرتے ہیں تو اُن کی تعداد بھی ۷۹ ہوتی ہے۔ جن جن سورتوں میں یہ حروف واقع ہوئے ہیں ان میں انھیں ایمانی شعبوں کا بیان کرنا اصل مقصود ہے جن کے موکلوں کے نام اُن کے شروع میں دئے گئے ہیں کہ جب پڑھنے والا اُن سورتوں کی تلاوت شروع کرے تو وہ فرشتے اپنا نام سنتے ہی تیار ہو جائیں اور ان ایمانی شعبوں کے دروازے کھول دیں تاکہ عالم قدس سے تلاوت کرنے والے کے قلب پر اُن سے ایمان کا فیضان ہو۔
الغرض مختلف لوگوں نے اپنی اپنی فہم کے مطابق ان حروف کی

Presented by www.ziaraat.com

مختلف توجیہات لکھی ہیں۔ لیکن جن رموز کو کسی خاص مصلحت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا۔ اور اس کے رسول نے بیان نہیں کیا ان کی گرہ کشائی کون کر سکتا ہے!!

Presented by www.ziaraat.com

بحثِ نسخ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دینِ الٰہی شروع سے اسلام ہی ہے۔ اسی دین کو بتدریج انبیاء علیہم السلام کے توسط سے اللہ تعالیٰ بڑھاتا اور ترقی دیتا چلا آیا۔ یہاں تک کہ نبیٔ آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل فرمادی اس درمیان میں عملی احکام میں تبدیلیاں بھی کرتا رہا۔ یعنی ایک نبی کو اس کی قوم کی حالت کے مطابق کوئی خاص حکم دیا۔ دوسرے نبی کے عہد میں وہ حالت بدل گئی اس لئے اس حکم کو بدل کر اس کے بجائے دوسرا حکم دے دیا۔ اسی کو نسخ کہتے ہیں۔

معنیٔ نسخ

نسخ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی حکم دیا جس کا انجام (نعوذ باللہ) اس کو معلوم نہ تھا۔ پھر اس کو کوئی دوسری بات پسند آگئی اس لئے حکم اول کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دے دیا۔ بلکہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جس وقت تک اس نے مناسب سمجھا اس حکم کو رکھا۔ اور جب دوسری حالت پیدا ہوگئی جس میں اس پر عمل کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی تو اس نے اس حکم کو بدل دیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ ۲ — جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی بجائے ویسی ہی یا اس سے بہتر آیت اتارتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

الغرض جس طرح طبیب مریض کے نسخہ میں حسب حالت ترمیم اور تبدیل کرتا رہتا ہے اسی طرح حکیم حقیقی بھی مصلحت اور اقتضائے وقت کے لحاظ سے اپنے احکامات کو بدلتا ہے۔

قرآن میں نسخ نہیں ہے

لیکن قرآن میں جو آخری اور مکمل کتاب ہے اور جس کے بعد کوئی نبی اس کی تکمیل کے لئے نہیں آئے گا محققین علماء اسلام وقوع نسخ سے انکاری ہیں مگر بیشتر مفسرین اور فقہاء قائل ہیں اور انھوں نے اس کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) وہ آیات جن کا حکم بھی منسوخ ہو گیا اور وہ پڑھی لکھی بھی نہیں جاتیں۔
(۲) وہ آیات جن کا حکم منسوخ نہیں ہوا لیکن تلاوت منسوخ ہو گئی۔
(۳) وہ آیات جن کا حکم منسوخ ہو گیا ہے لیکن تلاوت نہیں منسوخ ہوئی۔

نسخ کی پہلی قسم کا خیال چند ضعیف بلکہ موضوع روایات سے پیدا ہو گیا ہے۔ اس قسم کی جتنی روایتیں ہیں ان سب کو قاضی ابوبکر نے موضوعات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔

صحیحین میں جو ایک روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے اصحاب بئر معونہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ لوگ مارے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قاتلوں پر قنوت پڑھا کرتے تھے اور ان کے متعلق یہ قرآن بھی تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اَنْ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا — ہماری قوم کو ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم کو خوش کر دیا۔

پھر یہ قرآن اٹھا لیا گیا۔

اس میں قرآن کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ عربی میں قرآن ہر اس شے کو کہتے ہیں جو پڑھی جائے۔ اصحاب بیر معونہ آنحضرتؐ کے حکم سے گئے تھے۔ اور نہایت دردناک طریقہ سے کافروں نے ان کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ اُن کی زبان حال سے فرمایا تھا۔ نہ قرآن کی طرح اس کو لکھایا نہ کسی کو یاد کرایا۔ پھر یہ قرآنی آیت کیونکر ہو سکتی ہے۔ روایت میں محض قرآن کے لفظ کے آجانے سے اس کو آیت قرار دے کر منسوخ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

منسوخ التلاوت

نسخ کی قسم دوم عقل کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اگر حقیقت میں ایسی کوئی آیت ہوتی تو ناممکن تھا کہ اس کی حفاظت نہ کی جاتی یا وہ قرآن میں درج ہونے سے رہ جاتی۔ رجم کے متعلق حضرت عمرؓ سے جو روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں رجم کا حکم دیا گیا ہے جب کہ مجرم خود معترف

ہو یا حمل ہو یا گواہ گذر جائیں۔

اس میں کتاب اللہ کے لفظ سے دھوکا ہوا ہے کہ لوگوں نے اس کے معنی قرآن کے سمجھ لئے حالانکہ قرآن میں کہیں رجم کا حکم نہیں نازل ہوا۔ اگر واقعی رجم کی آیت نازل ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ قرآن میں درج ہونے سے رہ جاتی۔ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب تبلیغ کے خلاف تھا کہ کوئی آیت اُترے اور آپ اُس کو نہ لوگوں کو یاد کرائیں اور نہ لکھائیں خود حضرت عمرؓ جن سے یہ روایت نقل کی گئی ہے جمع قرآن میں شریک تھے۔ کیا چیز مانع تھی جو انھوں نے اس کو درج نہ کرایا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت میں اگر یہ صحیح ہے کتاب اللہ سے مراد قرآن ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ توریت ہے جس میں رجم کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کا اطلاق ان کتابوں پر بھی ہوتا ہے جو اسلامی عقیدہ میں منزل من اللہ مانی گئی ہیں۔

منسوخ الحکم

باقی رہی النسخ کی تیسری قسم۔ اس میں لوگوں نے رائے اور قیاس کو اس قدر دخل دیا ہے کہ پچاسوں آیتوں پر نسخ کا حکم لگا دیا۔ علامہ ابن العربی نے اس تعداد کو کم کر کے ۲۱ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس میں اور زیادہ غور کیا تو انھوں نے فوز الکبیر میں صرف پانچ آیتوں کو منسوخ کہا وہ یہ ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۲:۱۸۰

تم میں سے جب کسی کے مرنے کا وقت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑے تو اس پر فرض ہے کہ والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کر جائے

اس آیت کو آیت میراث سے جس میں اللہ تعالٰے نے والدین اور اقرباء کے حصے معین فرما دئے ہیں منسوخ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آیت میراث میں اللہ تعالیٰ نے خود مورث کی وصیت کا نفاذ مقدم رکھا ہے۔ اور صاف صاف فرما دیا ہے کہ توریث اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد جاری ہوگی۔ اس لئے دونوں میں تناقض نہیں ہے جو نسخ کا سوال پیش ہو۔ علاوہ بریں سورۂ مائدہ میں جو آنحضرتؐ کی آخر عمر میں نازل ہوئی ہے وصیت کے حکم کو بدستور رکھا ہے۔ اگر وصیت آیت وراثت سے منسوخ ہو گئی ہوتی تو پھر اس کی تاکید کی کیا ضرورت تھی۔

(۲) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۚ وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ ۲:۲۴۰

اور جو لوگ تم میں سے گذر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو چاہئے کہ وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک اُن کی بیویوں کو سامان دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں اگر وہ خود نکل جائیں اور اپنی بہتری کے لئے کچھ کریں تو تم پر کچھ الزام نہیں۔

اس آیت کو اُس آیت سے جس میں شوہروں کے مرنے پر بیویوں

Presented by www.ziaraat.com

کی مدت چار مہینہ دس دن مقرر کی گئی ہے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ دونوں آیتوں میں بالکل تناقض نہیں ہے۔ اس آیت میں ہے کہ ایک سال تک اس کے رہنے سہنے کی وصیت کردو۔ اور اگر وہ نہ چاہے تو مدت کے بعد نکل جائے اور دوسرا نکاح کرلے تمہارے اوپر کچھ الزام نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سال بھر کی وصیت صرف بیوہ کی آسائش کے لئے ہے عدت کی طرح فرض نہیں ہے۔

خود امام بخاری نے روایت کی ہے کہ عدت کے چار مہینے دس دن گذر جانے کے بعد بقیہ سات مہینے بیس دن وصیت کے ہیں۔ جن میں اگر وہ چاہے تو رہے نہ چاہے تو چلی جائے۔

(۳) اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ۳/۹ اللہ سے ڈرو جو اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اس کی ناسخ اس آیت کو کہتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ۶۴/۱۶ جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔

بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ دونوں آیتیں ہم مضمون ہیں۔ بلکہ دوسری آیت نے پہلی آیت کی تشریح اور تفسیر کردی ہے کہ جو حق تقویٰ کا ہے وہ تو تم سے ہو نہیں سکتا۔ ہاں بقدر اپنی وسعت کے تقویٰ اختیار کرو۔ یہ کیونکر اس کی ناسخ ہوسکتی ہے۔

(۴) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو

صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۶۵/۸ سو پر غالب آسکتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کو اس کے بعد کی اس آیت سے منسوخ قرار دیا ہے۔

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ؕ ۶۵

اب اللہ نے تخفیف کر دی اس نے دیکھا کہ تم میں کمزوری ہے۔ اب اگر تم میں سے سو ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے

اس کی تشریح یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی جماعت کم تھی تو دو سو کافروں کے مقابلہ میں بیس مسلمانوں کا بھیجنا جائز تھا اور ان سے اللہ کا وعدہ تھا کہ وہ غالب آجائیں گے اور جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو اس حکم کو منسوخ کر کے یہ کہا کہ اب دو سو کافروں کے مقابلہ میں سو مسلمان جایا کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ دونوں آیتیں دو مختلف وقت اور حالت کے لئے ہیں اس لئے باہم تناقض نہیں ہے۔ جہاں جماعت مسلمانوں کی کم ہوگی وہاں اب بھی یہ حکم بدستور باقی ہے۔

(۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۲

مسلمانو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنی چاہو تو پہلے صدقہ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اگر نہ پاؤ تو اللہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اس کے بعد اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ لوگ کثرت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے لئے آتے تھے۔ اور بعض لوگ بلا ضرورت محض تفاخر اور

اظہار تقرب کی غرض سے ایسا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے تزکیہ قلب کے لئے یہ حکم دیا کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کریں یہ ایک موقت اور مستحب حکم تھا نہ کہ دائمی اور حتمی۔ اس کے نسخ کے کیا معنی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات کے متعلق جن کو لوگوں نے منسوخ الحکم قرار دیا ہے جس طرح ہم کو یہ یقین ہے کہ یہ قرآن کی احکامی آیتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نازل فرمایا۔ اور رسول کے ذریعہ سے ہم کو ملیں تا وقتیکہ اسی طرح کا یقینی علم اس بات کا بھی نہ حاصل ہو جائے کہ یہ آیتیں منسوخ ہو گئیں ہم کیونکر ان کے نسخ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ اور خود ان میں باہمی تعارض بھی نہیں ہے کہ جس سے مجبوراً نسخ کا حکم لگانا پڑے۔

اصول نسخ

فقہاء جو آیات قرآنی میں نسخ کے قائل ہیں ان کے یہاں اصول نسخ میں بھی اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک آیت قرآنی کو صرف دوسری آیت ہی منسوخ کر سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔

اِنَّمَا نُسِخَ مَا نُسِخَ مِنَ الْکِتَابِ بِالْکِتَابِ وَاَنَّ السُّنَّةَ لَا تَکُوْنُ نَاسِخَةً لِلْکِتَابِ	کتاب کی جو آیت منسوخ ہوئی ہے وہ کتاب ہی سے منسوخ ہوئی ہے۔ حدیث قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

حنفیہ کے یہاں حدیث بھی آیت قرآنی کو منسوخ کر سکتی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے سیرت النعمان میں الٹا یہ الزام امام شافعیؒ پر لگایا ہے۔

الفاروق جلد دوم میں بھی لکھتے ہیں۔

قرآن مجید کا کوئی حکم عام ہو تو خبر احاد سے اس کی تخصیص ہو سکتی ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے قرآن مجید کا حکم بھی منسوخ ہو سکتا ہے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

تعجب یہ ہے کہ حنفیہ کا یہ اصول اور شافعیہ کا یہ اختلاف اصول فقہ کی کل کتب متداولہ میں مندرج ہے کیا کسی پر مولانا کی نگاہ نہ پڑی؟

حنفیہ کا یہ اصول کہ حدیثیں آیات قرآنی کی ناسخ ہو سکتی ہیں کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۱۱ پ — اے پیغمبر! کہدو کہ مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بدل دوں

کیا جب قرآن کے کسی لفظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تصرف کا اختیار نہ تھا تو وہ اس کے احکام بدل سکتے تھے؟ پھر حدیث کا تو ثبوت بھی باجماع علماء رسالت مآب تک یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔ وہ کیونکر متواتر یقینی اور قطعی آیت کو منسوخ کر سکتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

دیگر کتب آسمانی

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب آسمانی توریت۔ زبور اور انجیل کا ذکر کیا ہے۔ اور اُن کی تعریفیں بھی فرمائی ہیں کہ وہ ہدایت اور نور ہیں۔ لیکن اب ان اصل کتابوں کا دنیا میں وجود نہیں ہے۔ صرف ان کے ترجمے باقی ہیں جن کا مجموعہ بائبل ہے۔

بائبل

بائبل میں عہد عتیق کی ۳۹ کتابیں ہیں۔ جن کی نسبت ان کے معتقدین یہ کہتے ہیں کہ یہ اُن انبیاء سے ملی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ سے پہلے تھے۔ اور عہد جدید کی ۲۷ کتابیں ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے بعد الہام کے ذریعہ سے لکھی گئی ہیں۔

ان میں سے بہت سی کتابیں پہلے خود عیسائیوں کے نزدیک نامقبول تھیں۔ لیکن چوتھی صدی عیسوی میں مقام نائس۔ کارتھیج اور فلارنس وغیرہ میں مسیحی علماء نے مشاورت کی مجلسیں منعقد کر کے ان مشکوک کتب کو بھی مقبول قرار دیدیا۔

بائبل بے سند ہے

ان کتابوں کی حالت یہ ہے کہ بالکل بے سند ہیں۔ آج دنیا میں کوئی مسیح کا پیرو یہ نہیں بتلا سکتا کہ ان کا سلسلہ اسناد کیا ہے۔ اور کس

Presented by www.ziaraat.com

ذریعہ سے اس کو یہ کتابیں ملیں۔ تاکہ ہم کو معلوم ہو سکے کہ جن لوگوں کے توسل سے یہ حاصل ہوئی ہیں وہ معتبر تھے یا غیر معتبر تھے انھوں نے بجنسہ ہم تک پہونچایا یا ان میں کچھ ردو بدل کر دیا۔ بخلاف اس کے قرآن کے ہزاروں اسناد ہیں جو مسلسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتے ہیں۔ اور اسناد کو تو اہل اسلام نے اس قدر ضروری سمجھا ہے کہ حدیث اور تاریخ میں بھی بلا اسناد کے چارہ نہیں۔ عقل کے نزدیک بھی بلا اسناد کے کوئی بات کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔

وجوہ تحریف

اس کے علاوہ ان کتابوں کے نامعتبر اور محرّف ہونے کے اور بھی چند اسباب ہیں۔

(۱) چارلس ڈالمین نے لکھا ہے۔

گزشتہ زمانے میں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ لوہے یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی وغیرہ کی تختیوں پر لفظوں کے نقوش کندہ کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے اہل مصر نے پیپرس کے درخت کے پتے ان تختیوں کے بجائے استعمال کرنے شروع کئے۔ آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا۔ پہلے کتابیں ایک ہی طرف لکھی جاتی تھیں۔ اور ان کو پولندہ بنا کر رکھتے تھے۔ ان کو کھولنے کے لئے بڑی جگہ درکار ہوتی تھی۔ اور بہت وقت پیش آتی

Presented by www.ziaraat.com

تھی۔ کتابوں کا لکھنا۔ ترجمہ کرنا۔ پڑھنا اور ان کو حفاظت کے ساتھ رکھنا ایک مشکل کام تھا۔ نیز ان میں قصداً یا اور کسی سبب سے تغیر و تبدل کا واقع ہو جانا نہایت آسان تھا۔ ملحدوں کا خیال کرتے ہوئے اس قسم کی خرابیوں کی بائبل میں بہت زیادہ قابلیت تھی۔

(۲) بخت نصر کے حملہ میں جب یہود پر تباہی آئی۔ لاکھوں مقتول اور ہزاروں قید ہوئے اس وقت عہد عتیق کے تمام نسخے برباد کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ اگر عزرا نہ پیدا ہوتے جنھوں نے ان تمام کتابوں کو پھر لکھ کر مرتب کیا تو کتب مقدسہ کا نشان بھی نہ ملتا۔ لیکن عزرا کے بعد بھی ۱۶۷ ق م میں بادشاہ اینٹوکس نے بیت المقدس کو پھر فتح کیا اور یہودیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ عہد عتیق کے جس قدر نسخے جہاں سے اس کو مل سکے اس نے جلوا دیئے اور اعلان عام کر دیا کہ جس کے پاس عہد عتیق کی کوئی کتاب نکلے گی یا وہ شریعت کی رسوم ادا کرے گا قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کی تصریح خود کتاب مقابیین اول کے پہلے باب میں ہے ڈاکٹر ملنر لکھتے ہیں کہ یہ امر مسلم ہے کہ عہد عتیق کے تمام نسخے یروشلم اور ہیکل کے ساتھ بخت نصر کے لشکر کے ہاتھوں برباد ہو گئے۔ عزرا کے نسخوں کی نقلیں بھی حادثہ اینٹوکس میں ضائع ہو گئیں۔ اور ان کتابوں کی کوئی گواہی نہ تھی جب تک کہ مسیح اور ان کے حواریوں نے شہادت نہ دی۔

Presented by www.ziaraat.com

(۳) ان کتابوں کے بعض بعض لغو مضامین۔ اور انبیاء کے اوپر بیہودہ الزامات اس بات کی صاف شہادت دیتے ہیں کہ ان میں کثرت سے تحریف کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت لوط کی بیٹیوں نے ان کو شراب پلائی اور اُن سے حمل لیا۔ حضرت ہارونؑ نے گائے کا بچھڑا پوجا حضرت سلیمانؑ نے بت پرستی اور شرک کو اختیار کیا اور اسی حالت میں مرتے دم تک رہے۔ کیونکہ یہ اس قسم کی باتیں ہیں کہ جو شخص انبیاء پر ایمان رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان داغوں سے دامانِ نبوت قطعاً پاک ہے۔

علماء اہل کتاب کی دیانت پر نہایت تعجب ہوتا ہے کہ اُنھوں نے دنیوی اغراض سے وحی آسمانی اور کلام الٰہی میں تحریف کو روا رکھا۔ قرآن اُن کا ذکر کرتے ہوئے نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۲/۱ — افسوس ہے ان اہل کتاب پر جو اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

تعجب ہے کہ بعض مصنفین اسلام نے یہ لکھا ہے کہ بائبل میں تحریف لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے اس سے نہ صرف ان کی بائبل کی حالت سے لاعلمی ظاہر ہوتی ہے بلکہ قرآن سے بھی کیونکہ قرآن اُن میں تحریف لفظی کا مدعی ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۲/۴ — وہ الفاظ کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ بائبل سے تبدیل۔ اخراج۔ الحاق وغیرہ ہر قسم کی تحریف کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ڈاکٹر مل نے صرف چند اناجیل کا مقابلہ کیا تھا جن میں تیس ہزار اختلافات کے نشانات دیئے تھے۔

خود بائبل میں تحریف کی اندرونی شہادت موجود ہے۔

تم کیسے کہتے ہو کہ ہم دانشمند ہیں۔ رب کی شریعت ہمارے پاس ہے یقیناً جھوٹے کاتبوں کے قلموں نے اس کو جھوٹ سے بدل دیا ہے۔

(یرمیاہ اصحاح ۸۔ آیت ۸)

پھر اس کے بعد ہے۔

جب یہ گروہ تجھ سے پوچھے کہ رب کی وحی کیا ہے تو ان سے کہہ دے کہ کون سی وحی۔ میں تم سے انکار کرتا ہوں کہ وہ قول رب کا ہے۔ جو نبی یا کاہن یا گروہ یہ کہے گا کہ رب کی وحی ہے۔ میں اس کو سزا دوں گا اور اس کے گھر والوں سے بدلہ لوں گا۔ اسی طرح پر کہو تم آدمی اپنے ساتھی سے، بھائی اپنے بھائی سے کہ کیا جواب دیا رب نے اور کیا کلام کیا رب نے۔ لیکن رب کی وحی اس کا ذکر نہ کرو۔ کیونکہ بات ہر آدمی کی اسی کی وحی ہوتی ہے اس لئے کہ تم نے تحریف کر ڈالا اللہ کے کلام کو۔ جو کہ زندہ اللہ۔ رب الافواج اور ہمارا معبود ہے (یرمیاہ اصحاح ۲۳۔ آیت ۳۳-۳۶)

اناجیل:۔ اناجیل کی حیثیت ایک مشکوک تاریخ سے زیادہ نہیں ہے

Presented by www.ziaraat.com

متی کی اصل انجیل دنیا سے مفقود ہے۔ اس کا صرف یونانی ترجمہ باقی ہے لوقا اور مرقس وغیرہ حواری بھی نہ تھے۔ چنانچہ تیسری ہی صدی عیسوی میں اناجیل کی صحت میں اختلاف واقع ہوگیا تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے یہی کہا کہ وہ حواریوں کی طرف غلطی سے منسوب ہیں۔

ایک انجیل جو برنابا حواری کی طرف منسوب ہے اور پاپائے روم کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئی تھی تھوڑا زمانہ ہوا ہے کہ شائع کی گئی ہے وہ چونکہ ابتدائے عہد سے عیسائیوں میں متروک تھی اس لئے نسبتاً تحریف سے بھی محفوظ رہی ہے۔ چنانچہ اس کے اکثر مضامین قرآن سے مطابقت کھاتے ہیں۔

وید

ہندو جو اپنے چاروں وید یعنی رگ وید یجر وید۔ شام وید اور اتھروید کی قدامت کے قائل ہیں ان کے پاس بھی معلق کوئی ثبوت اس بات کا نہیں ہے کہ یہ کتابیں آسمانی ہیں نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ کس سند سے یہ ہم تک پہونچیں اور کن لوگوں پر نازل ہوئیں۔ اور ان کے آسمانی نہ ہونے کے بہت سے وجوہات ہیں جن میں سے چند لکھتا ہوں۔

(۱) آسمانی کتاب کے لئے یہ لازم ہے کہ اپنے الہامی ہونے کی مدعی بھی ہو۔ قرآن نے سیکڑوں آیات میں تنزیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان ویدوں میں سے کسی ایک میں بھی یہ دعویٰ نہیں پایا جاتا۔ اس لئے یہ

Presented by www.ziaraat.com

آسمانی کتابیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کے معتقدین محض اپنی عقیدتمندی سے ان کو الہامی کہنے لگے ہیں۔

(۲) تاریخوں سے ان ویدوں کی اصلیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بعض ہندو قائل ہیں کہ ان ویدوں کو بیاس جی نے جو زرتشت کے زمانہ میں تھے اور بلخ میں جا کر اس کے مرید ہو آئے تھے تصنیف کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو وید بیاس جی کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ویدوں کے منتروں کے آخر میں جن رشیوں کے نام آتے ہیں وہی لوگ ان کے مصنف ہیں۔

پنڈت کرشن کمار بھٹیا چاریہ جو پریذیڈنسی کالج میں سنسکرت کے پروفیسر تھے انھوں نے لکھا ہے کہ رگ وید کے حصے اس ملک کے شاعروں اور رشیوں نے تصنیف کئے ہیں اور وہ مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں۔

اتھروں وید کے متعلق اکثر پنڈتوں کی تحقیق یہ ہے کہ وہ کسی برہمن کی بنائی ہوئی کتاب ہے جو بعد میں ویدوں کے ساتھ ملا دی گئی ہے جوگ بشسٹ میں جو ہندوؤں میں ایک متبرک کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور جو اُن تعلیمات کا مجموعہ ہے جو راجہ رامچندر جی کو اُن کے استاد نے دی تھیں لکھا ہے کہ صرف اتھروں وید ہی کے وید ہونے میں بحث نہیں ہے بلکہ کل ویدوں کا یہی حال ہے۔ اور کوئی اُن میں سے ایسا نہیں ہے جو تغیر تبدل یا کمی بیشی سے خالی ہو۔

(۳) جب ہم ان ویدوں کے مضامین پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں

Presented by www.ziaraat.com

توحید کم اور شرک بیشتر پاتے ہیں۔اس کے مخاطب زیادہ تر چرواہے اور کسان ہیں۔اس میں قمار بازی بھی ہے۔اور جا بجا حیواتی اور شہواتی جذبات کا ذکر ہے۔بعض بیانات تہذیب سے عاری ہیں۔

پھر بھلا ایسی نامعلوم الحقیقت، غیر مستند اور غیر مفید کتاب کیونکر آسمانی کہی جا سکتی ہے۔ الغرض قرآن کے سوا جن کتابوں کے آسمانی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ نامعتبر۔جنھوں نے ان کو لکھا ان کے حالات مجہول جن زبانوں میں وہ نازل ہوئیں وہ زبانیں مردہ۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ پ۳۰ پھر تم کدھر جاؤ گے۔یہ قرآن تو ساری جہاں والوں کے لئے ایک نصیحت کی کتاب ہو

یہ ایسی کتاب ہے کہ وہ لوگ بھی جو اس کے قائل نہ تھے اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔راڈویل لکھتا ہے۔

> قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں۔

ڈیون پورٹ نے لکھا ہے۔

> منجملہ ان بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں۔ایک تو وہ مودبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے۔کہ وہ اس کی

Presented by www.ziaraat.com

طرف خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب اور ناشائستہ خیالات و حکایات اور بیانات سے بالکل منزّہ ہے جو بدقسمتی سے یہود کے صحیفوں میں عام ہیں۔ قرآن تمام ناقابل انکار معیوب سے بالکل مبرّا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی حجیب کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

تفاسیر قرآن

عہد نبوت ہی میں قرآن کی تفسیر اور تشریح کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ صحابہ اور نیز تابعین میں ایک جماعت علوم قرآنیہ میں نامور اور ممتاز ہوئی۔

پہلی تفسیر

جب تدوین کتب شروع ہوئی تو خلیفہ عبدالملک اُموی کی فرمائش سے پہلی صدی ہجری کے اواخر میں سعید بن جبیر نے قرآن کی تفسیر مدوّن کی۔

تیسری صدی ہجری میں امام ابن جریر طبری نے اپنی مشہور تفسیر لکھی۔ اس میں اُنھوں نے بسلسلہ اسناد اس کل علم کو جمع کر دیا جو قرآن کے متعلق اُس وقت تک مسلمانوں کے پاس تھا یہ اُمّ التفاسیر کہی جاتی ہے۔ کیونکہ زمانۂ مابعد میں جس قدر تفسیریں لکھی گئی ہیں اُن سب کا ماخذ یہی ہے۔

کثرت تفاسیر

طبری کے بعد علمار اسلام نے اس قدر تفسیریں لکھیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح محدثین اور فقہا کی کثرت تھی اسی طرح مفسرین کی بھی ایک جماعت کثیر ہر زمانہ میں رہی۔ بعض بعض تفسیریں اس قسم کی لکھی گئی ہیں جو دو دو سو اور تین تین سو جلدوں میں ختم ہوئی ہیں۔ تفسیر حدائق پانسو جلدوں میں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تفاسیر میں خرابی

لیکن زمانۂ قدیم میں تفاسیر میں ایک خرابی یہ واقع ہوئی کہ مفسرین نے روایات کے سلسلۂ اسناد کو حذف کر دیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے خرافات قصے اور مجوسیوں کے لغو افسانے جو تفسیروں میں بہ گئے تھے مسلمہ اقوال مان لئے گئے اور وہی ان تفاسیر میں سلسلہ بسلسلہ نقل ہوتے گئے۔ دوسری خرابی یہ پڑ گئی کہ لوگوں نے زیادہ تر اپنے خاص خاص عقائد کے مطابق تفسیریں لکھنی شروع کیں۔ معتزلہ نے اعتزال اور صوفیوں نے تصوف کے رنگ میں آیات کے معانی لکھے۔ اور اپنے اپنے خیالات کے مطابق ان کی تاویل کی۔ اس وجہ سے جس قدر تفاسیر کی کثرت ہوتی گئی اسی قدر قرآن کی اصلی اور صحیح تعلیم سے بُعد ہوتا گیا۔

محمد بن حمزہ کرمانی کی تفسیر العجائب والغرائب کے متعلق جس میں اس نے عجیب وغریب باتیں مندرج کی تھیں جب امام بلقینی سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ایسے مفسر ملحد ہیں اسی طرح حقائق التفسیر کے بارے میں جو صوفیانہ رنگ میں ہے امام واحدی نے کہا کہ جو شخص اس کو تفسیر سمجھے وہ کافر ہے۔

اہل تشیع نے جو تفسیریں لکھی ہیں ان میں اپنے خاص عقائد کے اثبات کے لئے ایسی ایسی ناجائز اور غلط تاویلات کی ہیں جو سراسر معنوی تحریفات ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حقیقت یہ ہے کہ قرآن ایک روشن اور مفصل کتاب ہے۔ وہ اپنی تفسیر آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نہایت مبین اور آسان بنایا ہے۔ وہ انسانی تشریح و تفسیر کا مطلق محتاج نہیں ہے۔ البتہ کتب تفسیر سے اس کے طریقۂ فہم اور اخذ مسائل میں مدد ملتی ہے۔ موجودہ تفسیروں میں سب سے مقدم طبری ہے۔ قرآن فہمی کے لئے آج بھی سب سے اچھا ذخیرہ وہی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے سلف صالح نے اس کتاب کو کس طرح پر سمجھا تھا۔ اور اگرچہ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں ہیں لیکن سلسلہ سند موجود ہونے کی وجہ سے ان کی تحقیق بہت آسان ہے۔ اسی تفسیر کی نسبت بعض علمائے اسلام کا قول ہے کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی شخص عرب سے چین تک کا سفر کرے تو کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

تراجم قرآن

اسلامی پرچم کے ساتھ ساتھ عربی زبان دنیا میں پھیلی اور مسلمانوں کی یہی خواہش رہی کہ جو قومیں اسلام میں داخل ہوں وہ قرآن کو اس کی اصلی زبان یعنی عربی ہی میں پڑھیں۔ چنانچہ موحدین کی سلطنت کے زمانہ میں جن کا تسلط الجزائر سے اندلس تک ۵۲۴ھ سے ۶۶۸ھ تک رہا ہے جب قرآن کا ترجمہ بربری زبان میں کیا گیا تو وہاں کے علماء نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی۔ اور غیر عربی میں اس کی تعلیم کو ناجائز قرار دیا۔ آخر کار وہ ترجمہ فنا کر دیا گیا۔

اجازت ترجمہ

لیکن ائمہ اسلام نے اس میں تکلیف اور نقصان دیکھ کر قرآن کے ترجمہ کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ فارسی زبان میں اس کے ترجمے ہوئے اور شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ نے بھی اس کا ایک ترجمہ لکھا۔ ترکی زبان میں بھی ترجمے کئے گئے۔

ہندوستان میں قدیم خیال کا تعصب عرصہ دراز تک باقی رہا۔ جب شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن کا فارسی میں ترجمہ لکھا تو اس زمانہ کے مولویوں نے مخالفت کی۔ اور دہلی کی مسجد فتحپوری میں ان کے قتل تک کے لئے آمادہ ہو گئے۔

اب تو ہندوستان میں یہ کیفیت ہے کہ گھر گھر قرآن کے ترجمے ہو رہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

یورپ میں ترجمے

یوروپین اقوام کو جب علوم و فنون کی طرف میلان ہوا تو انھوں نے بھی قرآن کے ترجمے شروع کئے۔ لیکن ترجمہ بجائے خود ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں سوائے معانی کے کلام کی تمام حالتیں بدل جاتی ہیں۔ علاوہ بریں قرآن کے یوروپین مترجمین بوجہ اپنے مذہبی تعصب کے اس کی معنوی خوبیوں کے بھی قائل نہ تھے۔ اس لئے وہ اچھے ترجمے نہیں کر سکے بلکہ بعض نے ناواجب نکتہ چینیوں سے قرآن کی خوبیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ بعضوں نے ساتھ ہی ساتھ اس کی تردید بھی کی۔ چنانچہ لیڈوئس مراکشی نے قرآن کا جو ترجمہ کیا تھا اس کے شائع کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی گئی جب تک کہ اس کے ساتھ اس کی تردید بھی نہ شامل کر دی گئی

یورپ میں قرآن کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان کے متعلق خود وہاں کے اہل بصیرت کی رائے سننے کے قابل ہے۔ کارلائل کہتا ہے

اصلیت یہ ہے کہ قرآن یورپ کے کافر کے پاس اپنی اصلی شکل میں نہیں پہونچا۔

مشہور مصنف مانشیور سیواری نے لکھا ہے۔

جس طرح پر قرآن یورپ میں پیش کیا گیا ہے اس سے یہ کبھی گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عربی میں یکتا اور بے مثل ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مسٹر گاڈفرے ہیگنس نے لکھا ہے

اگر عبرانی کتب مقدسہ کا ترجمہ اس طرح شائع کیا جائے کہ ہر لفظ قابل تبدیل متین اور شائستہ معنی سے ذلیل اور غیر مہذب معنی میں بدل دیا جائے اور ہر آیت کا مضمون جوڑ توڑ اور ناقابل برداشت غلط ترجموں اور تاویلوں کے ساتھ مصنّف پر معیوب معنی پہنانے کا ذریعہ بنایا جائے اور ایک بے قدرا اور خراب شرح اس کے ساتھ لگا دی جائے تو اس ذریعہ کا کسی قدر تصور بندھ سکتا ہے جس کی وساطت سے قرآن کی اشاعت یورپ میں ہوئی ہے۔

تراجم کی فہرست

قرآن کے معمولی ترجمے یورپ کی مختلف زبانوں میں بہت سے ہوئے ہیں ان میں سے جو مروّج اور مشہور ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	نام مترجم	زبان	سن ترجمہ
۱	ڈلنی	لاطینی	۱۱۴۳ء
۲	انڈریا اراوابینی	اطالی	....
۳	جوہانس انڈریاسن	ایروگونین (اسپین کا ایک صوبہ)	۱۵۰۰ء
۴	شویگر	جرمن	۱۶۱۶ء
۵	انڈرو ورائر	فرنچ	۱۶۳۷ء

سن ترجمہ	زبان	نام مترجم	نمبر شمار
سنہ ۱۶۴۹ء	انگلش	الیگزنڈر راس	۶
سنہ ۱۶۹۸ء	لاطینی	لیڈوئس مراکشی	۷
سنہ ۱۷۳۴ء	انگلش	جارج سیل	۸
سنہ ۱۷۷۲ء	جرمن	میگرلن	۹
سنہ ۱۷۷۶ء	روسی	......	۱۰
سنہ ۱۷۸۳ء	فرنچ	سیواری	۱۱
سنہ ۱۸۲۹ء	انگلش (بہ ترتیب نزول)	جے۔ ایم راڈویل	۱۲
سنہ ۱۸۲۰ء	جرمن	واہل	۱۳
سنہ ۱۸۲۹ء	فرنچ	گارسن ڈی ٹاسی	۱۴
سنہ ۱۸۴۰ء	فرنچ	کاسمرسکی	۱۵
سنہ ۱۸۴۰ء	جرمن	المان	۱۶
سنہ ۱۸۸۰ء	انگلش	پروفیسر پالمر	۱۷

مترجمین کا تعصب

سنہ ۱۱۴۳ء جس میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہوا وہ زمانہ ہے جب کہ یورپ کے عیسائی مسلمانوں سے سخت مذہبی تعصب رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے پیشواؤں کی ان متعصبانہ غلط بیانیوں کو جو انھوں نے اسلام کے متعلق کی تھیں اب خود اہل یورپ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی زمانہ میں

Presented by www.ziaraat.com

یہ ترجمہ کنیسہ کلوجنی کے اسقف کی ہدایت کے موافق دو شخصوں نے مل کر لاطینی زبان میں کیا تھا۔ ایک انگریز رابرٹ این سس اور دوسرا جرمن ہلمنی نامی تھا۔ پھر اطالیہ، اور جرمنی وغیرہ میں اسی متعصبانہ ترجمہ سے ترجمے کئے گئے انھیں ترجموں کی مدد سے انڈرو درائر نے فرنچ میں ترجمہ کیا اور انھیں سے الیگزنڈر راس نے ۱۶۴۹ء میں سب سے پہلا انگریزی ترجمہ کیا۔ سینٹ پیٹرس برگ میں پہلا ترجمہ ۱۷۷۶ء میں جو کیا گیا تھا وہ بھی انہیں ترجموں سے ماخوذ تھا الغرض ابتدا ہی سے یورپ میں قرآن کی اشاعت صحیح شکل میں نہیں ہوئی۔

ایک ترجمہ کی ضرورت

خود مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ قرآن کا ایک صحیح ترجمہ کسی قدر تشریح کے ساتھ یورپ میں شائع کریں۔ چند سال ہوئے قادیانیوں کی طرف سے ایک ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں تاویلات رکیکہ اس قسم کی ہیں جن کو کوئی اہل بصیرت مسلمان پسند نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس سے وہ فرض ادا نہ ہو سکا۔ قرآن کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرنا چاہئے نہ کہ اپنے خیال کے مطابق شعر

داستانِ فصلِ گل خوش می سراید عندلیب

زاغہا آشفتہ ترگفتند این افسانہ را

قرآن کا پایۂ علمی

قرآن وحی الٰہی، شریعت حقہ کا منبع اور ہر قسم کی دینی اور دینوی صحیح تعلیمات کا لُب لباب ہے۔ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر کتابیں انبیاء سابقین پر نازل فرمائیں ان سب کی تعلیمات کو قرآن شامل ہے۔ اور قرآن کا سارا علم اجمالاً اس کے دیباچہ سورۂ فاتحہ میں ہے۔

جاحظ نے اس قول کی تشریح اس طرح پر کی ہے کہ وہ علوم جو قرآن میں ہیں یا دوسرے لفظوں میں جن پر شریعت حقہ کی بنیاد قائم ہے چار ہیں۔ اور ان سب کو سورۂ فاتحہ شامل ہے۔

(۱) اصول۔ اس کا مدار معرفت ذات و صفات الٰہی پر ہے۔ اس کی طرف رب العالمین اور الرحمٰن الرحیم سے اشارہ ہے۔

(۲) نبوت۔ انعمت علیہم سے انبیاء اور اُن کے متبعین با اخلاص مراد ہیں۔

(۳) معاد۔ مالک یوم الدین میں اس کا اجمالی عقیدہ ہے۔

(۴) عبادات۔ ایاک نعبد جملہ عبادات کو شامل ہے۔

قرآن جن علوم پر مشتمل ہے ان کے اسّی عنوان علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں قائم کئے ہیں اور ہر ایک پر مستقل تصانیف علماء اسلام کی نام بنام گنائی ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تاریخی حیثیت سے جب ہم دیکھتے ہیں تو قرآن کو جملہ علوم اسلامیہ کا مرکز پاتے ہیں مسلمانوں کے ہر علم کی بنیاد اسی سے پڑی ہے۔ مختصراً اس کا بیان لکھتے ہیں۔

کتابت

بلاذری کے بیان کے مطابق اسلام سے پہلے کل حجاز میں صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

ظہور اسلام کے بعد عربی خط کا منارہ بلند ہونا شروع ہوا۔ جس کا اصل باعث قرآن کریم ہے۔ کیونکہ پہلی وحی جو رسول اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس میں تھا۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ لا عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۹۶ ھ — اللہ نے قلم سے علم سکھایا۔ اور آدمی کو وہ باتیں سکھائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

دوسری سورہ میں اللہ نے قلم اور نوشتوں کی قسم کھائی۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ لا ۲ — قلم کی قسم۔ اور جو کچھ لکھتے ہیں اس کی قسم

چنانچہ عرب میں سب سے پہلے جس نے عام طور پر خط کی اشاعت کی کوشش کی وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ کیونکہ علاوہ اس کے کہ وحی الٰہی اور ان خطوط کے لئے جو غیر ممالک کے بادشاہوں کو بھیجے جاتے تھے آپ کو کاتبوں کی حاجت تھی امت اسلامیہ کو علمی قوم بنانے کے لئے اس کی سخت ضرورت تھی۔ اس لئے آپ کی خواہش یہ تھی کہ بالعموم اہل اسلام

میں کتابت رائج کر دیں۔ اس کی شہادت اس واقعہ سے بھی ملتی ہے کہ اسیران بدر میں سے جن کو لکھنا آتا تھا ان کا یہ فدیہ آپ نے مقرر کیا تھا کہ مدینہ کے دس دس آدمیوں کو لکھنا سکھادیں اور آزاد ہو جائیں۔

علم تفسیر

سب سے پہلے مسلمانوں نے جس علم کی طرف توجہ کی وہ تفسیر قرآن ہے عہد صحابہ اور نیز اس وقت تک جب تک کہ محض اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے تھے قرآن کے سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں پیش آتی تھی۔ لیکن جب دوسری قومیں مسلمان ہوئیں تو تفسیر آیات میں اختلافات پڑنے شروع ہوئے۔ اس غرض کے لئے بہت سے لوگوں نے اُن احادیث اور آثار کی جستجو کی جن میں آیات قرآنی کی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ نے فرمائی تھی۔ اُن سے علم تفسیر کی بنیاد پڑی۔

سیر و مغازی

قرآن فہمی کے لئے اس امر کی بھی بہت سخت ضرورت تھی کہ آنحضرتؐ کے حالات، واقعات اور اخبار جمع کئے جائیں۔ کیونکہ بغیر ان کے آیتوں کے موقعہ و محل و شان نزول وغیرہ کا پتہ نہیں ملتا۔ اس لئے ایک جماعت نے ان امور کے جمع کرنے کی طرف توجہ کی۔ اس سے سیر و مغازی کا فن مرتب ہوا۔

حدیث و اسماء الرجال:۔ قرآن کی تعلیمات و تلقینات کی آنحضرتؐ نے

Presented by www.ziaraat.com

جو تشریح و تفصیل فرمائی تھی اس کی فراہمی بھی لابدی تھی تاکہ عبادات معاملات اخلاق و آداب وغیرہ مفصل طور پر سمجھے جا سکیں۔ ایک جماعت نے یہ کام کیا۔ اور تمام حدیثیں فراہم کیں۔ پھر ان کی صحت اور غلطی جانچنے کے لئے فن رجال مرتب کیا۔ جس میں رواۃ کے حالات مدوّن کئے۔

ادب ولغت

غیر اہل عرب کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ عربی زبان سیکھیں تاکہ قرآن سمجھ سکیں۔ اس غرض کے لئے ایک جماعت نے عرب کے بیابانوں میں دربدر خاک چھان کر عربی الفاظ محاورات امثال اور اشعار جمع کئے اس سے علم ادب اور فن لغت کی ترتیب ہوئی۔

صرف ونحو

عجمیوں کے لئے ایک دشواری یہ بھی تھی کہ وہ عربی زبان کے اعراب ٹھیک نہیں پڑھ سکتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے اس آیت کو

اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ لا وَ رَسُوْلُہٗ — اللہ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی

بکسر لام یعنی رسولِہ پڑھا جس سے آیت کے معنی یہ ہو گئے کہ اللہ مشرکوں اور اپنے رسول دونوں سے بری ہے۔ اس وجہ سے لوگوں کو اس کی طرف توجہ ہوئی اور قواعد لسانیہ ترتیب دئے گئے۔

معانی وبیان :۔ گو عربی زبان پہلے ہی سے فصاحت و بلاغت و

Presented by www.ziaraat.com

قوت وشوکت میں بلند رتبہ رکھتی تھی لیکن قرآن نے اس کو اس سے بھی بلند ترین رتبہ پر پہونچا دیا ادیبوں کی عبارتوں اور خطیبوں کے خطبوں کے لئے اس کی آیتیں زیور ہوگئیں جن سے وہ اپنے کلام کو آراستہ کرتے تھے۔ اور وہی کلام اہل علم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوتا تھا جس میں قرآن کی آیتیں زیادہ تر استعمال کی جاتی تھیں۔ ائمہ فن نے فصاحت وبلاغت کے تمامتر اصول قرآن ہی سے اخذ کرکے علم معانی وبیان کو مدون کیا۔

فقہ واصول فقہ

یہ امر بھی ضروری تھا کہ قرآن سے شریعت کے جو احکام مستنبط ہوں وہ ایسے قانونی اصول پر ہوں جن سے استنباط کی کیفیت معلوم ہوسکے۔ اس غرض کے لئے امام شافعیؒ نے اصول فقہ وضع کیا۔ پھر جو احکام مستنبط ہوئے وہ بھی جمع کئے گئے اور ان کا نام فقہ رکھا گیا۔

کلام وعقائد

قرآن کی تعلیمات پر فلسفیوں، ملحدوں اور زندیقوں نے جب اعتراضات کرنے شروع کئے تو ان کے جوابات دینے کے لئے مسلمانوں نے بھی فلسفۂ الٰہیات یعنی علم کلام وعقائد کی بنیاد ڈالی۔

الغرض جس قدر اسلامی علوم ہیں ان سب کا دائرہ قرآن ہی کے محور پر گردش کرتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مقبولیت و اشاعت قرآن

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ کسی کو نصیب ہو سکتا ہے نہ اس سے ملاقات میسر ہو سکتی ہے یہاں اگر اس کی ہم کلامی کا کوئی ذریعہ ہے تو صرف یہی قرآن ہے۔ جس کی تلاوت میں ایک قرب معنوی انسان کو اس کے ساتھ رہتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

در سخن مخفی شدم چوں بوئے گل در برگِ گل
میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا

حفظ و تلاوت

یہ کلام چونکہ قرب الٰہی، تزکیۂ قلب اور روحانی پاکیزگی کا وسیلہ ہے اسلئے اس کا حفظ اور اس کی تلاوت امت کے واجبات اولیہ میں سے قرار پائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا۔

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبردار ہوں
وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۚ ۲۷/۹۲ اور قرآن کی تلاوت کروں۔

آنحضرتؐ خود بھی اس کی تلاوت فرماتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

جو مسلمان قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کی مثال نارنگی کی ہے جس کا ذائقہ بھی اچھا اور خوشبو بھی عمدہ۔ اور جو مسلمان قرآن نہیں

Presented by www.ziaraat.com

پڑھتا وہ مثل خرما کے ہے جو شیریں تو ہوتا ہے۔ لیکن خوشبودار نہیں ہوتا۔ اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ بمنزلہ ریحاں کے ہے جس میں خوشبو تو ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن بھی نہیں پڑھتا وہ حنظل کے مشابہ ہے جس میں خوشبو مطلق نہیں اور بیحد تلخ ہے۔

علاوہ ازیں کہ اس کی تلاوت عبادت ہے اس کی دلکش عبارت اس قسم کی ہے کہ کلام عرب میں اس کی کوئی نظیر نہ تھی۔ نہ تو یہ کاہنوں کی نثر سے ملتی جو بہ تکلف مسجع بنائی جاتی تھی اور نہ شعرا کی نظم سے مشابہ ہے جس میں قافیہ اور وزن کی پابندی کی جاتی تھی۔ بلکہ ایک عجیب و غریب نثر ہے جو جدت اسلوب، ندرت ترکیب، فصاحت و بلاغت اور معنوی لطافت و نزاکت کے لحاظ سے اس قدر انوکھی اور دلنشین ہے کہ اہل عرب کے کان ایسے کلام سے مطلق آشنا نہ تھے اس لئے وہ اس پر جان سے والہ و شیدا ہو گئے۔

کاہنوں نے کہانت چھوڑ دی۔ شعراء شعر خوانی بھول گئے۔ خطیبوں نے خطبہ موقوف کیا اور سب نے قرآن کو ایسا نعم البدل پایا کہ جس سے جس قدر ہو سکتا تھا اسی کو پڑھتا تھا اور اسی کی تلاوت سے تسکین قلب اور روحانی سرور حاصل کرتا تھا۔ حضرت لبید بن ربیعہ جو عرب کے ان ممتاز سات شعراء میں سے تھے جن کے قصائد ناجواب ہونے

کی وجہ سے خانہ کعبہ میں لٹکا دئے گئے تھے۔ اسلام لانے کے بعد قرآن میں
انھوں نے وہ لذت پائی کہ پھر شاعری کا کبھی نام بھی نہ لیا۔
صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو پڑھتے تھے۔ اور بعض
بعض لوگ ان میں اس قسم کے تھے کہ ان کو اس کی تلاوت سے سیری نہیں
ہوتی تھی۔ وہ کبھی کبھی ساری ساری رات اس کی تلاوت میں گذار دیتے تھے
مثلاً حضرت عثمان۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم
مسلمان۔ بڈھے اور جوان، عورتیں اور بچے؛ سفر میں حضر میں، لڑائی
کے میدانوں میں، گھروں میں رات کو دن کو غرض کسی حالت میں اس
کی تلاوت سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ اس کتاب کا نام اللہ تعالےٰ نے
قرآن رکھا جس کے معنی ہیں پڑھنے کی چیز۔ در اصل اس نام ہی میں یہ
پیشین گوئی مضمر تھی کہ یہ کتاب بخلاف دیگر کتب آسمانی کے قیامت تک
بہت زیادہ پڑھی جائے گی۔
اور یہ بھی قرآن کا ایک اعجاز ہے کہ وہ جس قدر اور جتنی بار پڑھا جائے
اسی قدر اور اتنا ہی زیادہ دلکش اور لطیف معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ کسی کتاب
کو آدمی جب کئی بار پڑھ لیتا ہے تو پھر اس کی طبیعت اس سے گھبرانے
لگتی ہے۔

شوق کتابت

قرآن کی کتابت بھی ایک عبادت ہے۔ مسلمانوں کو اس کے

Presented by www.ziaraat.com

لکھنے کا جس قدر شوق تھا اس کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۲۵ھ میں حضرت عثمانؓ نے اس کے نسخے صوبوں میں بھیجے تھے۔ اس کے بعد ۳۷ھ میں جب صفین کا واقعہ پیش آیا تو صرف امیر معاویہ کی فوج میں سے پانسو قرآن نیزوں پر اٹھائے گئے تھے۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہر ہر صوبہ میں اس عرصہ میں کس قدر کثیر تعداد میں اس کے نسخے لکھے گئے ہوں گے۔

سونے۔ چاندی اور ہاتھی دانت کی تختیوں پر اس کی آیتیں لکھی جاتی تھیں خاص خاص محفلوں کے لئے حریر اور دیبا کے حروف تراش کر قرآن کے مناسب حال فقرے آویزاں کئے جاتے تھے۔ مسجدوں کی محرابوں، کتب خانوں اور قبرستانوں میں اسی کی آیتوں کے کتبے ہوتے تھے۔ خلفاء اور سلاطین خود اپنے ہاتھوں سے قرآن کے نسخے لکھتے تھے اور اس کو ثواب اور نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس کے بعض بعض نسخوں پر جواب بھی کہیں کہیں کتب خانوں میں موجود ہیں لاکھ لاکھ اشرفیاں صرف کی گئی ہیں۔

الغرض مقبولیت کا انتہائی عروج جس پر دنیا کی کوئی چیز آج تک نہیں پہونچ سکی تھی اس پر قرآن پہونچا۔

نشر و اشاعت

عہد نبوت ہی میں یہ دستور جاری ہو گیا تھا کہ جب کوئی قوم یا

Presented by www.ziaraat.com

جماعت مسلمان ہوتی تھی تو آنحضرتؐ اپنے صحابہ میں سے ایک یا چند کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے اس کے پاس بھیج دیتے تھے۔ ہر قبیلہ میں اسی کو امیر مقرر فرماتے تھے جو ان میں قرآن سے زیادہ واقف ہوتا تھا۔ عہد فاروقی میں ہر اسلامی آبادی میں تعلیم قرآن کے لئے مکاتب اور مدارس قائم کئے گئے اور معلمین کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی گئیں۔ ان کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ قرآن کے ساتھ عربی ادب کی بھی تعلیم دیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں تعلیم قرآن اور بھی زیادہ بڑھا دی گئی۔ جہاں جہاں تک حدود اسلام پھیلے ہر جگہ اس کی اشاعت اور تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔ لڑکے اور لڑکیوں کو ابتدا میں اسی کی تعلیم دی جانے لگی جو اب تک برابر رائج ہے۔

جہاں جہاں مسلمان پھیلے ان کی بغلوں میں قرآن رہا۔ اور اس قدر اس کی اشاعت کی کہ آج مسلمانوں میں سے جن میں دنیا کے ہر حصہ کے رہنے والے اور ہر زبان کے بولنے والے شامل ہیں مشکل سے کوئی فرد ایسا مل سکے گا جس کو اس کتاب کا کوئی حصہ یاد نہ ہو۔ اور لاکھوں ایسے ملیں گے جو پورے قرآن کے حافظ ہوں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

مدنیت اور قرآن

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ دنیا میں علوم اور معارف کی جس قدر روشنی پھیلی۔ اور تمدن اور تہذیب نے جتنی ترقی کی یہ سب نتیجہ ہے اُن آسمانی تعلیمات کا جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو ملیں جن لوگوں نے ان کو مانا وہ براہ راست فیضیاب ہوئے۔ اور جنھوں نے نہیں مانا وہ اُن کو دیکھ کر اثر پذیر ہوئے۔ بہرصورت انھیں آسمانی علوم نے اقوام عالم کے دماغوں میں وسعت اور روشنی پیدا کی جس کی وجہ سے وہ تمدن اور تہذیب کی شاہراہ پر پڑ گئیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی ترقی و تہذیب اور ہر قسم کی ایجادات واختراعات کے لئے اس کی خداداد عقل اور آسمان و زمین کے کھلے ہوئے صحیفے کافی ہیں وہ غلطی پر ہیں یہی کائنات فطرت کی کتاب اور یہی انسانی دماغ امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی تو تھے۔ مگر جس وقت وہاں متمدن انسان پہونچا تو اس نے وہاں کے باشندوں کو کس حالت میں پایا۔ حالانکہ اب وہی لوگ ہیں جو علوم و فنون میں متمدن اقوام کے ساتھ دوش بدوش چل رہے ہیں۔

اس دلیل سے مذکورہ بالا دعوے کی صحت میں کچھ شبہ نہیں رہ جاتا اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ترقی انسان نے کی ہے وہ

Presented by www.ziaraat.com

انبیاء کی تعلیم کا فیض ہے۔ اور قرآن چونکہ ان تمام بہترین تعلیمات کا مکمل مجموعہ ہے جو وحی کے ذریعہ سے دنیا میں نازل ہوئیں اس لئے اس لئے انسانی دماغ میں وہ وسعت پیدا کی جو اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ خود عرب کو دیکھو کہ ایک جاہل اور وحشی قوم تھی۔ لیکن ان کی کیا حالت ہوگئی کہ ایران و روم کی سلطنتیں جن کی شوکت و قوت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا ان کی تمدنی عظمت کو سجدہ کرنے لگیں۔ اور وہ علوم و فنون و تہذیب میں کس بلند رتبہ پر پہونچ گئے۔ اور دنیا میں کیا کچھ انھوں نے کر دکھایا۔

یورپ جو آج کل معراج ترقی پر ہے اس کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ مسلمانوں سے حاصل ہوا۔

الغرض جس طرح رات کی سنسان تاریکی کے بعد سورج کے نکلنے سے دنیا میں روشنی اور ہل چل پیدا ہو جاتی ہے۔ اور زندگی معلوم ہونے لگتی ہے اسی طرح قرآن بھی ایک آفتاب ہے جس نے دنیا سے جہالت اور توہم پرستی کی ظلمت کو مٹا دیا۔ اور عقائد و خیالات اور اخلاق و آداب کے علاوہ اصول سلطنت و تمدن کو روشن و منور کر کے ایک عظیم الشان انقلاب عالم میں پیدا کر دیا۔ گمراہوں کے لئے وہ شمع ہدایت ہے اور روحانیت کے پیاسوں کے لئے چشمۂ آب حیات۔

Presented by www.ziaraat.com

فریضۂ ملّیہ

قرآن آسمانی رحمت، سرچشمۂ ہدایت اور ذریعۂ سعادت دارین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۱۰/۵۷

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور اس بیماری کی شفا جو دلوں میں ہے اور مومنین کے لئے رحمت اور ہدایت آچکی۔

دوسری جگہ ارشاد کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۴/۱۷۵

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حجت آچکی۔ اور ہم نے نمایاں روشنی تمہاری طرف اتار دی اب جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اس کو مضبوط پکڑیں گے وہ ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔ اور اپنی طرف سیدھا راستہ دکھادے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں امت کو جو وصیت فرمائی تھی اُس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے۔

لوگو! میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑتا ہوں کہ جس کو اگر مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اقوام عالم کو آگاہ کرنے اور ان کے پاس پہونچانے کے لئے پیغمبر کو جو پیغام دیا گیا تھا وہ یہی قرآن ہے۔

قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ ۶/۱۹

اے پیغمبر کہدے کہ میری اور تمہاری درمیان میں اللہ گواہ ہے اور مجھ پر یہ قرآن بذریعہ وحی کے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے میں تم کو اور ان لوگوں کو جن کو وہ پہونچے آگاہ کروں۔

تبلیغ رسالت جس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مامور فرمائے گئے تھے اس کا سرمایہ یہی قرآن ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ ۵/۶۷

اے رسول جو کچھ تیرے رب کے پاس سے تیری طرف نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں کو پہونچا دے اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو اس کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔

اللہ تعالے نے اسی قرآن کو امت اسلامیہ کے لئے دستور العمل مقرر کیا اور فرمایا۔

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ ۷/۳

اسی کی پیروی کرو جو تمہارے رب کے یہاں سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اس کے سوا اور مولاؤں کی پیروی نہ کرو

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود رہے وہ اس کتاب کے مبلغ اور مثبت

Presented by www.ziaraat.com

اسلامیہ کے شاہد ہے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا وارث اپنے منتخب بندوں کو بنایا اور فرمایا۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ ۳۵/۱۳ — پھر ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا۔

پیغمبر کے بعد یہی حاملین و وارثین قرآن اقوام عالم کے لئے مبلغ اور شاہد قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ ۲/۱۴۳ — اسی طرح ہم نے تم کو سب سے بہتر امت بنایا کہ لوگوں پر تم گواہ رہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ ہے۔

۶ اس خیر امت کی خصوصیت امتیازی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اصل مفہوم یہی ہے کہ قرآن کی تعمیل، تعلیم تبلیغ اور اشاعت کرے۔ یہی مسلمانوں کا فریضۂ ملی قرار دیا گیا۔ اور وعدہ کیا گیا کہ اگر تم اس پر قائم رہو گے تو تم کو عقبیٰ میں فلاح اور دنیا میں خلافت دی جائے گی۔ چنانچہ جب تک مسلمان اس فریضہ کو ادا کرتے رہے اللہ تعالیٰ اُن کو عروج پر عروج دیتا رہا۔ اور ایسے بلند رتبہ پر پہونچایا کہ جس پر آج تک دنیا کی کوئی قوم نہیں پہونچ سکی۔ لیکن زمانۂ مابعد میں امت اسلامیہ پر ایک عام غفلت چھا گئی۔ اور وہ اس فرض کی ادائیگی کو چھوڑ بیٹھی۔ سلاطین اور امراء دولت و جاہ کے نشہ اور عیش پرستی میں پڑ گئے۔ ان کو قرآن کی تبلیغ سے کوئی سروکار نہ رہا۔ زاہدوں اور صوفیوں

Presented by www.ziaraat.com

کا دار و مدار بزرگوں کے ملفوظات پر رہ گیا۔ اور علماء دین اپنی ضرورتوں کے لئے عقائد اور فقہ کی چند کتابوں کو کافی سمجھنے لگے۔ اُنھیں کی تعلیم و تدریس ہونے لگی اور اُنھیں سے فتاوے لکھے جانے لگے اور قرآن عملاً اور علماً متروک و مہجور ہو گیا۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ۔

کیا عجیب بات ہے کہ علوم اسلامیہ کے نصاب درس میں بہت سے لغو اور بیکار فنون کی تو چار چار پانچ پانچ کتابیں ہیں لیکن قرآن کریم جس کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اصل دینی نصاب مقرر فرمایا اس میں نادر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کی ایک معمولی تفسیر اس طرح پر پڑھا دی جاتی ہے کہ اس سے پڑھنے والوں میں کبھی قرآن کا ذوق صحیح نہیں پیدا ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ کے ہندوستان کے اکثر علماء علوم قرآنیہ سے بے خبر اور اس کے ذوق سے ناآشنا ہیں۔

سادات اور کبراء امت کا جب یہ حال ہے تو عوام کا کیا پوچھنا۔ اُن کے نزدیک تو قرآن صرف تلاوت اور برکت کے لئے ہے اور بس۔

پیغمبر نے جو شکایت اپنی قوم کی کی تھی آج تمام امت کے حق میں وہ صحیح ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۲۵/۳۰ — پیغمبر نے کہا کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو متروک سمجھ لیا۔

ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم جس امانت کے حامل اور جس کتاب کے وارث

اور مبلغ قرار دیئے گئے تھے اُس کو اقوام عالم تک پہونچاتے۔ لیکن اوروں
کے پاس پہونچانا تو درکنار ہم خود اس کو چھوڑ بیٹھے اور مسلمانوں کو بھی مسلمان
نہ رکھ سکے۔ یہاں تک کہ امت کا بڑا حصہ نہ صرف شرک و بدعت و رسم پرستی
میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوگیا بلکہ قرآن سے جاہل رہنے کی وجہ سے اُن کے عقائد
اور خیالات میں تفریق پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے امت کی وہ وحدتِ دینی
جس کو قرآن نے پیدا کیا تھا مٹ گئی۔ اور فرقہ فرقہ ہو کر اس کا شیرازہ بکھر گیا

قرآن چھوڑنے کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ بھی عیاں ہے کہ دین کے
ساتھ دنیا بھی گئی۔ اسی امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا۔

وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ — اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مسلمانوں پر راہ نہ دے گا۔

لیکن آج مسلمان روئے زمین کے اکثر حصہ میں کفار سے مغلوب اور
خستہ حال ہیں اور دشمنوں کی محکومی کے سخت دردناک قومی عذاب میں گرفتار
اور اقوام عالم کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں۔

ہمارے سلف کہہ گئے ہیں

لا یصلح اٰخر ھٰذہ الامۃ الا بما صلح اولھا — اس امت کے پچھلوں کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اگلوں کی ہوئی تھی

لہٰذا علماء امت کا فرض ہے کہ اس مبارک کتاب کی تعلیم و اشاعت میں
ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ اس پر خود عمل پیرا ہوں۔ اور نمونہ بن کر اُمت سے

عمل کرائیں پھر دیکھیں کہ جو وعدے اللہ تعالیٰ نے لئے گئے تھے وہ کس طرح پورے نہیں ہوتے۔ اس لئے خود فرمایا ہے۔

اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ تم میری عہد کو پورا کرو میں تمہاری عہد کو پورا کروں گا۔

اب میں اپنی نظم شمع ملت کا آخری بند نقل کرکے سلسلۂ کلام ختم کرتا ہوں۔

چھوڑ کر قرآں کو مسلم حق سے بیگانہ ہوا — دیں کو بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا
وہ کتابِ آسمانی مشعلِ راہِ نجات — نور کا ایک چشمۂ روشن ہے جو بہتا ہوا
نسخۂ اکسیر جاں داروئے بیماریٔ دل — رحمتِ حق کا صحیفہ عرش سے اُترا ہوا
ظلمتِ باطل ہوئی کافور جس کے نور سے — آشکارا شانِ حق کا دہر میں جلوا ہوا
گلہ باں جس کی بدولت نائبِ حق ہوگئے — بوسہ گاہِ بادشاہاں جن کا نقشِ پا ہوا
آج بھی موجود ہے ہم میں وہی شمع ہدیٰ — کاش آئے راہ پہ پھر کارواں بھٹکا ہوا
دیکھنا تم رقص مجنوں کا تماشا دشت میں — سامنے اس کے اگر پھر محملِ لیلیٰ ہوا

نور سے معمور پھر سارا جہاں ہو جائے گا
آسماں سے ابرِ رحمت دُر فشاں ہو جائے گا

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؕ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْاَمِيْنِ ؕ

Presented by www.ziaraat.com